واٹسپ گروپ ”مرکز البحوث“ میں
فسقِ یزید کے عنوان پر ہونے والے مشہور مباحثے
پر
حکمِ محترم کے محاکمہ کا محقق و مدلل تجزیہ

المسمّٰی بہ

محاکمے کا محاکمہ

نوکِ قلم
ابو حنظلہ عبد الاحد قاسمی سہارنپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

واٹسپ گروپ ”مرکز البحوث“ میں

فسقِ یزید کے عنوان پر ہونے والے مشہور مباحثے

پر

حکمِ محترم کے محاکمہ کا محقق ومدلل تجزیہ

المسمّٰی بہ

محاکمے کا محاکمہ

نوکِ قلم

ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی سہارنپوری

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

عناوین

تمہیدی کلمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ امابعد

چند روز قبل واٹسپ گروپ مرکز البحوث پر سینکڑوں مشاہیر علماء کی موجودگی میں فسقِ یزید کے عنوان پر ناچیز ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی اور ڈاکٹر مفتی عبیداللہ قاسمی صاحب مدظلہ کے مابین ایک بڑی مفصل بحث ہوئی، مفتی عبیداللہ صاحب اور ان کے ہمخیال حضرات کا کہنا تھا کہ فسق یزید پر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمیؒ اور مفتی حبیب الرحمان خیرآبادی مدظلہ کا موقف صحیح و درست ہے؛ جبکہ ناچیز کا اور ناچیز کے ہمخیال حضرات کا کہنا تھا کہ اکابرینِ دیوبند کا اجتماعی موقف "یزید فاسق ہے" ہی صحیح و درست ہے اور محدث اعظمیؒ و مفتی حبیب الرحمان صاحب کی رائے شاذ و ذاتی تفرد ہے۔

چنانچہ گفتگو آگے بڑھتی رہی اور گروپ کے معزز و موقر ذمہ داران کے حکم پر مباحثے و مناظرے کی شکل اختیار کرگئی، ناچیز نے دعویٰ کیا کہ "اہلسنت کے متقدمین و متأخرین علماء، فقہاء، محدثین و مؤرخین کے یہاں فسقِ یزید متفق علیہ و مجمع علیہ ہے۔" اجماع کے ثبوت کے دو مشہور طریقے ہیں۔ پہلا یہ کہ علماء اہلسنت کا جم غفیر قرناً بعد قرنٍ کسی مسئلہ میں ایک ہی رائے کو مسلسل نقل کرتا رہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اہلسنت کے علماء محققین کی ایک جماعت کسی مسئلہ پر اجماع و اتفاق کا دعویٰ کرے۔ بحمداللہ ناچیز نے دونوں طریق سے فسقِ یزید پر اہلسنت کا اتفاق ثابت کردیا۔

پہلے طریقے پر ناچیز نے ثبوتِ فسق یزید میں ۵٦ محدثین اور تقریباً ۲۰ مؤرخین کے اقوال پیش کئے۔

بندے نے جن محدثین کے اقوال پیش کئے ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔
امام احمد بن حنبلؒ۔ امام ابوبکر الخلالؒ۔ امام محمد بن حبان البستیؒ۔ امام ابوعبداللہ الحاکمؒ۔ امام ابن حزم الظاہریؒ۔ امام ابوبکر البیہقیؒ۔ قاضی ابویعلی الفراء۔ ابوالحسین بن ابی یعلیؒ۔ امام ابوزکریا النوویؒ۔ امام ابوشامہ المقدسیؒ۔ قاضی عیاض المالکیؒ۔ امام ابن جوزی الحنبلیؒ۔ امام ابن التین المالکیؒ۔ امام ابن المنیر المالکیؒ۔ امام ابوعبداللہ الذہبیؒ۔ امام ابن کثیر الشافعیؒ۔ امام مظہر الزیدانی الحنفیؒ۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ۔ علامہ بدرالدین العینیؒ۔ امام سخاوی الشافعیؒ۔ وغیرھم۔

اسی طرح جن مؤرخین کے اقوال پیش کئے ان میں سے چند اسماء گرامی یہ ہیں۔ امام محمد بن سعدؒ۔ امام مصعب بن عبداللہ الزبیریؒ۔ امام خلیفہ بن خیاطؒ۔ امام مطہر بن طاہر المقدسیؒ۔ امام ابن عساکر الدمشقیؒ۔ امام عبدالرحمان ابن الجوزیؒ۔ امام محمد بن اثیر الجزریؒ۔ امام ابوعبداللہ الذہبیؒ۔ امام محمد بن شاکر الکتبیؒ۔ امام ابن کثیر الدمشقیؒ۔ علامہ عبدالرحمان بن خلدونؒ۔ امام جلال الدین سیوطیؒ۔ امام ابن العماد الحنبلیؒ۔ وغیرھم۔

ان تمام حوالجات سے بندے نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اہلسنت کے معتمد و معتبر محدثین ومؤرخین کی یہ جماعت (جن میں چاروں مذہب کے علماء شامل ہیں) قرناً بعد قرنٍ یزید کا فسق بیان کرتی آئی ہے اور کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

ان مذکورہ تمام محدثین ومؤرخین کی تفصیلی عبارتیں ناچیز کی آنے والی کتاب "یزید اہلسنت کی نظر میں" میں نقل کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

اس کے بعد ناچیز نے دوسرے طریق سے اجماع و اتفاق ثابت کرنے کی کوشش کی اور تقریباً پندرہ علماء محققین کی ایسی عبارات پیش کیں جن میں صراحت کے ساتھ فسق یزید پر اجماع یا اتفاق کا دعوی کیا گیا ہے۔ جن علماء کی عبارات اجماع و اتفاق کے ثبوت میں پیش کی

گئی ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ علامہ ابن خلدونؒ۔ علامہ ابن حجر المکیؒ۔ امام محمد بن علی الصبان الشافعیؒ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ۔ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ۔ علامہ عبدالحق حقانیؒ۔ مولانا علی میاں ندویؒ۔ وغیرھم۔

بندے کے خیال میں کسی مسئلے پر اجماع یا اتفاق ثابت کرنے کے لئے اتنے حوالے بہت کافی تھے، کیونکہ متعدد ایسے مسائل ہیں جن میں ہمارے یہاں اجماع واتفاق کے دعوے کئے جاتے ہیں لیکن ثبوت میں اس کے آدھے حوالے بھی پیش نہیں کئے جاسکتے، اس کے باوجود بھی انھیں اجماعی یا اتفاقی کہا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف ناچیز کے فریق مخالف نے اس اجماع واتفاق کو باطل کرنے کے لئے فقط امام ابن تیمیہ، ابن صلاح، امام غزالی اور ابن العربیؒ کی عبارات پیش کیں جن کے جواب میں بندے نے اسی وقت اصل کتب کے صفحات پیش کر کے ثابت کردیا تھا کہ ابن تیمیہؒ یزید کو فاسق سمجھتے ہیں اور حرہ کے قتلِ عام و مدینہ منورہ میں لوٹ مار وزنا کاری کا مجرم گردانتے ہیں۔ ابن صلاح اور غزالی کی عبارت میں فقط لعن کی نفی ہے فسق کی نہیں اور لعن ہماری موجودہ بحث سے خارج ہے کیوں کہ ہم خود لعن کے قائل نہیں۔ صرف ابن العربی کی عبارت سے عدم فسق کی تائید ہوتی ہے لیکن ابن العربی کے کلام میں تحریف والحاق کا شبہ ہے۔ بالفرض مان لیں کہ ابن العربی کی عبارت صحیح ہے تو بھی سینکڑوں کی تعداد کے مقابلے اکیلے ابن العربی کی بات کیوں کر وزن دار ہوگی۔

ہماری بحث ختم ہونے کے بعد مفتی شکیل منصور قاسمی صاحب مدظلہ نے بحیثیت حکم دونوں فریق کے دلائل کا تجزیہ کیا، مفتی صاحب نے تجزیہ ومحاکمے کی جو تحریر لکھی اس پر اصولی انداز میں ہم اپنا موقف رکھ چکے ہیں اس لئے فی الوقت ہم صرف دلائل کی روشنی میں محاکمے کی تحریر کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔

مفتی صاحب نے اپنی تحریر میں دبے لفظوں یہ تو تسلیم کرلیا کہ عبدالاحد قاسمی نے اتفاق اکابر ثابت کر دیا ہے؛ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا کہ اسے اتفاق واجماع نہیں کہا جائے گا اور یہ مسئلہ دین وشریعت اور سنیت سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے اس پر اجماع کا کوئی مطلب نہیں، اجماع تو فقہ یا عقائد میں ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ فریق مخالف (مفتی عبیداللہ صاحب) نے اجماع واتفاق نہ ہونا اور اس مسئلے کا شریعت وسنیت میں سے نہ ہونا ثابت کر دیا۔ آخر میں مفتی شکیل صاحب نے خوب محنت ومشقت کر کے اور بہت سارے دلائل جمع کر کے یزید کے فسق کو رد کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اپنے دلائل کی روشنی میں یہاں تک دعویٰ کر گئے "احتیاط پر مبنی موقف تو سکوت کا ہے لیکن تحقیق پر مبنی موقف تردید فسق ہے"۔

مؤرخین اہلسنت کی تنقیص

اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب نے نہایت غصے وجلال میں ان مؤرخین ومحدثین کو بھی کھری کھوٹی سنادی جنھوں نے فسق یزید کو روایت کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

"سیاسی افیون میں بدمست جانبدار مؤرخین"۔ (محاکمہ ص۱۹)

"شمش الدین ذہبی، ابن الجوزی، محمود آلوسی، قاضی شوکانی تفتازانی، سیوطی، ابویعلی وغیرھم کی بے دلیل اور مبہم جرح کا اعتبار نہیں" (ایضاً ص ۲۰)

"فاسق وفاجر کہے جانے کی اصل بنیاد بعض تاریخی روایات ہیں جو قصہ گو اور جعل ساز و مجہول الحال راویوں نے بیان کی ہیں" (ایضاً ص ۱۴)

ہم تو مفتی صاحب کی خدمت میں یہی عرض کریں گے کہ امام ذہبیؒ، امام ابن کثیرؒ، امام ابن جوزیؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ جن حضرات کو آپ سیاسی افیون میں بدمست، قصہ گو، جعل ساز اور جانبدار قرار دے رہے ہیں وہ صرف مؤرخ ہی نہیں؛ امت کے جلیل القدر اور متفق علیہ محدثین وائمہ جرح وتعدیل بھی ہیں، اس لئے ان بزرگوں کے بارے میں اس

طرح کا نامناسب کلام سخت بے ادبی وتوہین کے زمرے میں آتا ہے۔ اللھم احفظنا منہ

افسوسناک پہلو

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ حضرت مفتی شکیل صاحب نے مولانا غازی نسیم صاحبؒ کو تو مفتی حبیب الرحمان صاحب کے خلاف سخت وجارحانہ زبان استعمال کرنے پر سخت سست کہا لیکن غازی صاحبؒ نے جس بنیاد پر یہ تلخ کلامی کی اس بنیاد کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا، جبکہ مرکز البحوث میں یہ بات انتہائی مفصل انداز میں ثابت کردی گئی تھی کہ مفتی حبیب الرحمان صاحب نے اپنی کتاب "محرم" میں اور ایک دوسری جگہ حضرات حسنین کریمینؓ اور سیدہ فاطمہؓ حتی کہ حضرت علیؓ کی شان میں زیادتیاں کی ہیں اور زیادتیاں کرنے والوں کی تائید کی ہے۔ اگر حضرت مفتی حبیب الرحمان صاحب کی شان میں تلخ کلامی پر غازی نسیم صاحبؒ کو سخت سست کہا جاسکتا ہے تو حضرات حسنین کریمینؓ، سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کی تنقیص کرنے پر مفتی حبیب الرحمان صاحب کو سخت کیوں نہیں کہا جاسکتا؟ آخر کیا وجہ ہے کہ استاذ کی ذراسی توہین پر تو ہماری رگِ حمیت پھڑک اٹھتی ہے اور نفوسِ قدسیہؓ کی شان میں تنقیص کو ہم خاموشی کے ساتھ برداشت کرلیتے ہیں۔ فیااسفا

نوٹ۔ یہ کوئی مستقل کتاب نہیں؛ بس محاکے والی تحریر کا تجزیہ ہے۔ تفصیلی بحث ناچیز کی آنے والی کتاب "یزید اہلسنت کی نظر میں" میں شامل ہوگی۔ ان شاء اللہ

نوٹ۔ مفتی شاہجہاں قاسمی مدظلہ نے مرکز البحوث میں ۱۸ / اگست کو شام ۴۶: ۷ بجے محاکے والی تحریر کی جو پی ڈی ایف بھیجی تھی اقتباسات میں اسی کے حوالے ہوں گے۔

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مفتی شکیل صاحب کے ان دلائل کا محقق ومفصل جائزہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا جائے جن کے بل بوتے؛ ذہبی وابن حجر جیسے ائمہ فن کو غیر محقق و بے دلیل ہونے کے طعنے دیئے گئے اور جن کے بل پر ابن کثیرؒ وابن جوزیؒ جیسے اساطینِ فن کو قصہ گو، جعلساز، جانبدار وبدمست قرار دیا گیا ہے۔

عدمِ فسقِ یزید کے ثبوت میں
مفتی شکیل منصور صاحب کے دلائل کا تجزیہ

حضرت مولانا مفتی شکیل منصور قاسمی صاحب مدظلہ نے اپنی مفصل تحریر میں متعدد دلائل سے عدمِ فسقِ یزید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ہم ان تمام دلائل کا جائزہ پیش کرنے جا رہے ہیں، دلائل کا جائزہ مفتی صاحب کی ترتیب کے اعتبار سے نہیں بلکہ دلائل کی تقویت کے اعتبار سے لیا گیا ہے، جو دلیل مضبوط ہے اس کا جائزہ پہلے لیا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت۔

فسقِ یزید کی تردید میں مفتی صاحب کی سب سے مضبوط دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی درج ذیل روایت ہے۔

”عن نافع قال: لما خلع أهل المدينة يزيد بن معاوية جمع ابن عمر حشمه و ولده فقال: إني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: يُنْصَبُ لِكُلِّ غادِرٍ لِواءٌ يَومَ القِيامَةِ، و إنَّا قدْ بايَعْنا هذا الرَّجُلَ على بَيْعِ اللَّهِ ورَسولِهِ، و إنِّي لا أعْلَمُ غَدْرًا أعْظَمَ مِن أنْ يُبايَعَ رَجُلٌ على بَيْعِ اللَّهِ ورَسولِهِ ثُمَّ يُنْصَبُ له القِتالُ، و إنِّي لا أعْلَمُ أحَدًا مِنكُم خَلَعَهُ، ولا بايَعَ في هذا الأمْرِ، إلَّا كانَتِ الفَيْصَلَ بَيْنِي وبيْنَهُ (صحيح البخاري رقم ۷۱۱۱)“

نافع کہتے ہیں: جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے خدام اور اولاد کو جمع کر کے فرمایا: میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن ہر بدعہدی کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، ہم نے یزید کی بیعت اللہ و رسول کے حکم کے مطابق کی ہے، اور میں اس سے بڑی بدعہدی نہیں سمجھتا کہ آدمی کسی سے اللہ کے نام پر بیعت کرے

پھر اس سے قتل وقتال کو تیار ہو جائے، اور جو بھی تم میں سے اس نقضِ عہد میں شریک ہوگا اس کے اور میرے درمیان قطع تعلقی ہو جائے گی۔

مفتی شکیل صاحب نے اس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یزید کی بیعت خود بھی نہیں توڑی اور اپنے اہل وعیال کو بھی نہیں توڑنے دی، جس سے معلوم ہوا کہ یزید آپ کے نزدیک نہ فاسق تھا اور نہ حضرت حسینؓ کے قتل کا ذمہ دار۔ (دیکھئے۔محاکمہ ص ۱۱۔۱۷)

الجواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیشک یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ آپ یزید کو پاک صاف سمجھتے تھے؛ تحکم کے سوا کچھ نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عابد وزاہد صحابی تھے، دنیا کے جھمیلوں اور خلافت وحکومت کے نزاع میں آپ کبھی نہیں پڑے، ہمیشہ خود کو ہر قسم کے جھگڑوں سے پاک رکھا، حضرت علیؓ ومعاویہؓ کے مابین اختلافات میں حضرت علیؓ کو حق سمجھتے ہوئے اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے باوجود بھی عملاً آپؓ غیر جانبدار رہے، اگرچہ حضرت علیؓ کی جانب سے قتال نہ کرنے پر آپ بعد میں سخت افسوس کرتے تھے (مستدرک ۲ / ۵۴۴۔فی تفسیر سورۃ الحجرات۔قال الحاکم: صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذھبی)۔ایک بار کسی مخلص نے آپ سے کہا: خلافت وحکومت کے لائق سب لوگ ختم ہو چکے آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور صحابی رسول ہونے کے باوجود خلافت وحکومت کے لئے میدان میں کیوں نہیں آتے؟ آپؓ نے فرمایا: **یمنعنی ان اللہ حرم دم اخی**۔ (صحیح البخاری رقم ۴۵۱۳)۔حضرت علیؓ ومعاویہؓ کے اختلاف کے وقت حضرت عمرو بن العاصؓ؛ ابن عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں اور خلافت وحکومت کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں پھر آپ میدان میں آ کر خلافت کی بیعت کیوں نہیں لے لیتے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: **قد اجتمع الناس**

کلھم علی ما تقول؟ آپ جو فرما رہے ہیں کیا اس بات پر (میرے خلیفہ بننے پر) سب لوگ متفق ہیں؟ عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا: **نعم الا نفر یسیر**۔ ہاں! بس بہت تھوڑے لوگ اختلاف کر سکتے ہیں۔ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا: **لو لم یبق الا ثلاثۃ اعلاج بھجر لم یکن لی فیھا حاجۃ**۔ اگر مقامِ ہجر میں رہنے والے تین نصرانی بھی مجھے خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیں تو بھی میں خلیفہ نہیں بنوں گا (سیر اعلام النبلاء ۳ / ۲۲۸۔ قال المحقق: اسنادہ صحیح) یہ تھا ابن عمرؓ کا مزاج و موقف، یعنی مسلمانوں کا اختلاف تو چھوڑیئے: اسلامی حکومت کے آخری کونے میں رہنے والے تین غیر مسلموں کا اختلاف بھی آپؓ کو پسند نہیں تھا۔

ظاہر ہے جب حضرت علیؓ کو حق سمجھتے ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے باوجود آپؓ ان کے ساتھ لڑائی میں شامل نہیں ہوئے تو یزید کے خلاف کیسے شامل ہو جاتے: اس قدر نرم مزاج، زاہدانہ زندگی اور اختلاف وتشتت سے حد درجہ نفرت کے باوجود جب معاویہؓ نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان فرمایا تب آپؓ نے اس ولی عہدی کی مخالفت کی، یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی کوشش کے باوجود آپؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی، معاویہؓ نے آپؓ سے فرمایا: **انی احذرک ان تشق عصا المسلمین و ان تسعی فی فساد ذات بینھم**۔ میں آپ کو مسلمانوں کے مابین انتشار وافتراق سے بچنے کو کہہ رہا ہوں۔ ابن عمرؓ نے جواب دیا: **انک تحذرنی ان اشق عصا المسلمین و ان اسعی فی فساد ذات بینھم و لم اکن لافعل، انما انا رجل من المسلمین فاذا اجتمعوا علی امر فانما انا رجل منھم**۔ میں ہرگز مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے والا نہیں، جب سب لوگ کسی معاملے پر اتفاق کرلیں گے میں بھی کرلوں گا (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۳۔ واسنادہ صحیح)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ یزید کی بیعت کو ناپسند کرتے تھے لیکن آپ کسی اختلاف ونزاع میں بھی پڑنا نہیں چاہتے تھے، یہی وجہ ہے آپ نے اپنی

بیعت کو دیگر لوگوں کی بیعت پر موقوف کر دیا تھا، جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر یزید کو غلبہ حاصل نہ ہوا تو آپؓ ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد بھی ابن عمرؓ نے اپنے مزاج اور ماحول میں گنجائش کی حد تک یزید کی بیعت کو ٹالنے کی کوشش کی (البدایہ والنھایہ ۱۱/ ۴۶۹) لیکن جب یزید کے حکم پر اس کے گورنروں نے شدت کے ساتھ یزید کی بیعت کی مہم شروع کی اور عبداللہ بن زبیر و حسین بن علیؓ جیسے با اثر و اعلیٰ نسب صحابہ کے ساتھ سختی کی اور اس سختی کے نتیجے میں ان دونوں حضرات کو چپکے سے مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں پناہ لینی پڑی اور پھر مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو اسی جرم میں معزول کر دیا گیا کہ اس نے بغیر بیعت لئے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ کو مدینہ منورہ سے کیوں نکلنے دیا۔ یہ ماحول دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے محسوس فرما لیا کہ یزید کا تقریباً غلبہ ہو چکا ہے اور اب بیعت نہ کرنے کی صورت میں فتنے کا خوف ہے، اس لئے اب آپؓ نے اپنے قدیمی مزاج کے مطابق کسی بھی قسم کے فتنے سے بچنے کے لئے نہ چاہتے ہوئے بھی یزید کی بیعت فرما لی، بیعت کا فیصلہ کرتے وقت آپؓ نے فرمایا: ان کان خیرا رضینا و ان کان بلاءً صبرنا۔ اگر یزید ہمارے لئے خیر ثابت ہوا تو ہم راضی ہیں اور اگر بلاء و آفت ثابت ہوا تو صبر کریں گے (تاریخ خلیفہ ص ۲۱۷۔ اسنادہ صحیح) آپؓ کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپؓ مطمئن نہیں ہیں، نیز بیعت کے وقت ہی آپؓ نے صاف فرما دیا تھا کہ اگر یزید ہمارے لئے آزمائش و آفت ثابت ہوا تب بھی ہم خروج یا مخالفت کے بجائے صبر کریں گے۔

قارئینِ کرام!

اس پورے پسِ منظر اور عبداللہ بن عمرؓ کے مزاج و مذاق کی روشنی میں اب روایتِ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ حرہ میں یزید کی بیعت نہ توڑنے کا اعلان یزید کو پارسا سمجھنے کی وجہ سے تھا یا جنگ وجدال سے طبعی کراہت کے سبب تھا، جب آپؓ نے بیعت کے

وقت ہی فرما دیا تھا کہ اگر یزید ہمارے لئے آفت ومصیبت ثابت ہوا تب بھی ہم صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے پھر یہ کہنا کہ ابن عمرؓ یزید کو فاسق نہیں سمجھتے تھے اس لئے بیعت نہیں توڑی۔ کہاں تک درست ہے۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں روایت کا مفہوم بالکل واضح و بے غبار ہوجاتا ہے؛ لیکن ہم محدثین وشراح حدیث سے بھی اس حدیث کا معنی ومطلب پوچھ لیتے ہیں تاکہ بات بالکل صاف ہوجائے، کاش ہمارے حضرت مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے بھی یہ زحمت فرمائی ہوتی تو کبھی اس روایت کو یزید کی صفائی میں پیش نہ فرماتے، چنانچہ جب ہم نے شروحاتِ حدیث کی جانب مراجعت کی تو ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ جس حدیث سے یزید کی براءت ثابت کی جارہی ہے محدثین کے نزدیک وہی روایت فسقِ یزید کی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: **و فی هذا الحديث وجوب طاعة الامام الذی انعقدت له البيعة، والمنع من الخروج عليه ولو جار فی حكمه، وانه لا ينخلع بالفسق۔** (فتح الباری ۱۳/۷۱۔۷۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس حاکم کی بیعت ہوچکی ہو اس کی اطاعت واجب ہے، اس کے خلاف خروج منع ہے چاہے وہ ظلم کرے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فسق کی وجہ سے حاکم کی بیعت فسخ نہیں کی جائے گی۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: **قال عياض: المشهور أن هذا الحديث ورد في ذم الإمام إذا غدر في عهده لرعيته أو لمقاتلته أو للإمامة التي تقلدها والتزم القيام بها، فمتي خان فيها أو ترك الرفق فقد غدر بعهده، وقيل المراد نهي الرعية عن الغدر للإمام فلا تخرج عليه ولا تتعرض لمعصيته لما يترتب علي ذلك من الفتنة. الخ** (عمدۃ القاری ۱۵/ ۱۴۵)

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں: **فيه وجوب طاعة الامام الذی انعقدت له البيعة،**

والمنع من الخروج علیہ ولو جار وانہ لاینخلع بالفسق۔ (ارشاد الساری ۱۵/ ۵۸)

امام نوویؒ فرماتے ہیں: والمشهور ان هذا الحدیث ورد فی ذم الامام الغادر الخ (شرح مسلم ۱۲/ ۴۴)

شراح حدیث کی ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ جس حاکم کی بیعت کر لی جائے اس کے کسی ظلم، معصیت یا فسق کی وجہ سے بیعت نہیں توڑنی چاہیئے اور نہ اس کے خلاف خروج کرنا چاہیئے، نیز جس طرح رعایا کے لئے حاکم سے کئے گئے اپنے عہد (سمع و طاعت) کی پاسداری ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ رعایا کے تئیں اپنے عہد (نصح و رفق وغیرہ) کا خیال رکھے۔ اس تشریح کی روشنی میں جس وقت اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر کے خروج کا اعلان کیا اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس حدیث کو سنانے کا اس کے علاوہ اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ اگرچہ یزید فاسق ہے لیکن محض فسق کی وجہ سے بیعت توڑنا اور خروج کرنا جائز نہیں۔

دلیل نمبر ۲۔ حدیث دمِ بعوض

روي البخاري عن شعبة عن محمد بن أبي يعقوب سمعت عبدالرحمن بن أبي نعيم: أن رجلاً من أهل العراق سأل ابن عمر عن دم البعوض يصيب الثوب؟ فقال ابن عمر: انظر إلى هذا يسأل عن دم البعوض و قد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الحسن و الحسين هما ريحانتاي من الدنيا. الفتح (10/440) وصحيح سنن الترمذي (3/224)

ایک عراقی شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے مُحرِم کے کپڑوں پر مچھر کے خون لگنے کا مسئلہ دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا: اس آدمی کو دیکھو مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھ رہا ہے حالانکہ ان لوگوں (عراقیوں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل

کردیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سنا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہ میرے دو دنیوی پھول ہیں۔

اس روایت سے مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک قتلِ حسین کا مجرم یزید نہیں؛ اہلِ عراق ہیں۔

الجواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں اہلِ عراق پر تعریض فرمائی ہے کہ تم لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدی فوج کے ہاتھوں قتل سے نہیں بچا سکے اور ظالموں کے بیچ تنہا چھوڑ کر گویا قتل میں معاونت کی۔ نیز اگرچہ حکم یزید یا اس کے گورنر کا تھا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے اور آپ رضی اللہ عنہ کو گھیر کر قتل کرنے والے سپاہی تو یزید نے نہیں بھیجے تھے، وہ تو سب عراقی تھے، ٹھیک ہے حاکم کا حکم تھا لیکن ان کا ضمیر ایسا ظالمانہ حکم ماننے کو تیار ہی کیوں ہوا۔ گویا یہاں اہلِ عراق کی طرف قتل کی نسبت مجازی ہے۔

اس روایت سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ عراق بھی کسی نہ کسی طور پر قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں؛ لیکن یہ ثابت کرنا کہ یزید ذمہ دار نہیں؛ عقل و نقل کے خلاف ہے، کسی بھی حکومت میں گورنروں اور فوج کی کاروائی کا اصل ذمہ دار حاکمِ اعلی ہی ہوتا ہے۔ اور جب حاکمِ اعلی اپنے ماتحت حکام سے ان کے ظلم وعدوان پر نہ کوئی باز پرس کرے، نہ سزا دے اور نہ کسی کو معزول کرے تو پھر حاکم کے اصل ظلم و زیادتی کا ذمہ دار ہونے میں کسی معمولی عقل والے کو بھی شبہ نہیں رہتا۔

دلیل نمبر ۳۔ محمد ابن الحنفیہ رحمہ اللہ کی روایت

(روي ابن كثير أن عبدالله بن مطيع - كان داعية لابن الزبير - مشى من المدينة هو و أصحابه إلى محمد ابن الحنفية، فأرادوه على خلع يزيد، فأبى عليهم، فقال ابن مطيع: إن يزيد يشرب الخمر، ويترك الصلاة،

ويتعدى حكم الكتاب.فقال محمد: ما رأيت منه ما تذكرون، قد حضرته وأقمت عنده، فرأيته مواظباً على الصلاة متحرياً للخير يسأل عن الفقه ملازماً للسنة، قالوا: ذلك كان منه تصنعاً لك، قال: وما الذي خاف مني أو رجا حتى يظهر إليّ الخشوع؟ ثم أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر، فلئن كان أطلعكم على ذلك فإنكم لشركاؤه، وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بما لم تعلموا، قالوا: إنه عندنا لحق وإن لم نكن رأيناه، فقال لهم: أبى الله ذلك على أهل الشهادة، و لست من أمركم في شيء.(البداية والنهاية (233/8)وتاريخ الإسلام–حوادث سنة 61-80هـ–(ص274)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: جب اہل مدینہ یزید کے پاس سے واپس آئے تو عبداللہ بن مطیع اوران کے ساتھی محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ یزید کی بیعت توڑ دیں لیکن محمد بن حنفیہ نے ان کی اس بات سے انکار کردیا، توعبداللہ بن مطیع نے کہا: یزید شراب پیتا ہے، نماز چھوڑتا ہے. کتاب اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ میں نے تو اس کے اندر ایسا کچھ نہیں دیکھا جیسا تم کہہ رہے ہو، جبکہ میں اس کے پاس جاچکا ہوں اوراس کے ساتھ قیام کرچکا ہوں، اس دوران میں نے تو اسے نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، علم دین کا طالب، اورسنت کا ہمیشہ پاسدار پایا۔تولوگوں نے کہا کہ یزید ایسا آپ کو دکھانے کے لئے کررہا ہوگا، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: اسے مجھ سے کیا خوف تھا یا مجھ سے کیا چاہتا تھا کہ اسے میرے سامنے نیکی ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آتی؟؟ کیا تم لوگ شراب پینے کی جو بات کرتے ہواس بات سے خود یزید نے تمہیں آگاہ کیا؟ اگر ایسا ہے توتم سب بھی اس کے گناہ میں شریک ہو، اور اگر خود یزید نے تمہیں یہ سب نہیں بتایا ہے توتمہارے لئے جائز نہیں کی ایسی بات کی گواہی دوجس

کا تمہیں علم ہی نہیں۔لوگوں نے کہا: یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے گرچہ ہم نے نہیں دیکھا ہے، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: اللہ تعالی اس طرح گواہی دینے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ’’جو حق بات کی گواہی دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو‘‘، لہذا میں تمہاری ان سرگرمیوں میں کوئی شرکت نہیں کرسکتا۔

الجواب۔

عجیب بات ہے کہ حامیانِ یزید اپنے مخالفین سے جب یزید کے فسق پر دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں تو صحیح السند روایات مانگتے ہیں اور پھر ان تاریخی روایات کو اصولِ حدیث کی روشنی میں جانچ کر معمولی سے ضعف (راوی کی جہالت، ضبط و حفظ میں کمی، اور تدلیس وغیرہ) کے ساتھ بھی رد کردیتے ہیں، اس کے برخلاف جب انہی تاریخی کتب سے اپنی مفید مطلب روایات نقل کرتے ہیں تو سارے اصول بھول کر ہر قسم کی ضعیف، منقطع حتی کہ بے سند روایت بھی دھڑلے سے پیش کردیتے ہیں۔

محمد بن الحنفیہؒ کی روایت منقطع ہے

اس روایت کی سند میں طویل انقطاع ہے، ابن کثیرؒ نے یہ روایت مدائنی سے نقل کی ہے، ابن کثیرؒ کی ولادت آٹھویں صدی کے شروع میں ہوئی اور مدائنیؒ کی وفات تیسری صدی کے اوائل میں ہوئی، درمیان میں تقریباً پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، اور یہ ایسا طویل انقطاع ہے جس کے بارے میں کہا گیا۔ **مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی**۔ ابن کثیر اور مدائنی کے اس درمیانی طویل انقطاع کو پاٹنے میں کتنے ہی سواروں اور سواریوں کی گردنیں ٹوٹ جائیں گی۔ عجیب بات ہے کہ دوسروں سے صحیح وصریح روایات کا مطالبہ کرنے والے حامیانِ یزید اس منقطع وضعیف روایت کو خاموشی کے ساتھ قبول کرلیتے ہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اس انقطاع کو باطل ٹھہرانے کے لئے کچھ اصول گھڑ لئے اور زور زبردستی یہ منوانے کی کوشش کی کہ یہ روایت ابن کثیر اور ذہبی نے مدائنی کی کتاب ”

الحرۃ" سے نقل کی ہے، حالانکہ نہ تو مدائنی کی اس کتاب کا کوئی اتا پتہ کہ مراجعت کی جا سکے اور نہ ابن کثیر و ذہبی کی عبارت میں ایسی کوئی صراحت ہے کہ ہم نے یہ روایت مدائنی کی کتاب سے نقل کی، مزید یہ کہ قدیم تاریخی مآخذ میں بھی اس روایت کا کوئی وجود نہیں؛ اس لئے کفایت اللہ سنابلی کے یہ خانہ زاد اصول غیر مقلدین کے یہاں حجت ہوتے ہوں گے ہمارے یہاں ہرگز نہیں۔

حامیانِ یزید کو جب متقدمین ومتأخرین علماء محدثین سے کوئی کمک نہیں ملتی تو کفایت اللہ غیر مقلد کی تحقیقات اور خانہ زاد اصولوں کو ہی حجتِ شرعیہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کفایت اللہ نامی یہ شخص تضادات کا مجموعہ ہے، اپنی بات ثابت کرنے کے لئے ہر بار نیا اصول گھڑتا ہے پھر بڑے شدومد کے ساتھ اسے منوانے کی کوشش کرتا ہے لیکن دوسری بحث میں خود ہی اس اصول کو ٹھکرا دیتا ہے، بعض دوستوں نے کفایت اللہ کے سو سے زیادہ ایسے اصول جمع کئے ہیں جو یزید کی بحث میں اپنے مفاد کے لئے وضع کئے اور دیگر کتابوں میں خود ہی توڑ دیئے، اس لئے ہمیں امید ہے کہ ہمارے حضرت مفتی شکیل صاحب جیسی شخصیت نے تو کم از کم کفایت اللہ کی تحقیقات کا سہارا نہیں لیا ہوگا۔

یہ روایت صحیح ہو تو یزید کے فسق پر حجت ہے۔

ہمارے نزدیک تو یہ روایت سند کے اعتبار سے منقطع ہے اس لئے ضعیف ہے، البتہ اگر حامیانِ یزید کی بات مان کر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہی روایت فسقِ یزید کے تابوت میں آخری کیل ہے، کیونکہ اس روایت میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مطیعؓ یزید کو شرابی، تارکِ صلاۃ، اور بدکردار قرار دے رہے ہیں اور صحابیِ رسول کسی مسلمان پر جھوٹ، افتراء یا بہتان باندھے؛ اس بات کا شائبہ بھی کسی صاحب ایمان کے دل میں نہیں آسکتا۔ اس روایت کو صحیح ماننے کے بعد یزید کے فسق و فجور کا انکار کرنا صحابیِ رسول کی کھلی تکذیب ہے، حامیانِ یزید کہتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہؒ نے عبداللہ بن مطیعؓ کے الزامات کو رد

کردیا اس لئے ابن الحنفیہؒ کی بات حجت ہوگی اور عبداللہ بن مطیعؓ کی بات قابلِ رد ہوگی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آثار وقرائن اور شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں عبداللہ بن مطیعؓ کی بات حق ودرست ہوگی اور ابن الحنفیہؒ کی بات یا تو مؤول ہوگی یا قابلِ ردٹھہرے گی۔

تاویل وتطبیق

علماء محتاطین اس طرح کے تضادات میں تاویل وتطبیق کی راہ تلاشتے ہیں تاکہ دونوں اقوال میں سے کسی کو بھی رد نہ کرنا پڑے، یہاں بھی تاویل وتطبیق کی بہت آسان شکل موجود ہے جس کی روشنی میں عبداللہ بن مطیعؓ اور محمد بن الحنفیہؒ دونوں کی بات درست ٹھہرے گی اور کسی کی بھی تکذیب نہیں کرنی پڑے گی، وہ شکل یہ ہے کہ ابن مطیعؓ اور ابن الحنفیہؒ دونوں الگ الگ زمانے میں یزید کے پاس گئے اور دونوں نے اس کے الگ الگ زمانے کے احوال کا مشاہدہ کیا اس لئے دونوں کی خبریں بھی الگ الگ زمانے کے اعتبار سے صحیح و درست ہیں، تقریباً سال بھر پہلے جب ابن الحنفیہ یزید کے پاس گئے تب اس کی حالت اچھی تھی اور اسی اچھی حالت کی ابن الحنفیہ نے شہادت دی، لیکن جب سال بھر کے بعد ابن مطیعؓ تشریف لے گئے تو یزید کی حالت میں بگاڑ وفساد پیدا ہو چکا تھا اور اسی حالت کی ابن مطیعؓ نے خبر دی۔ جب دونوں کے مشاہدے کا زمانہ ہی مختلف ہے تو تضاد کیسا؟ لہذا اپنے اپنے وقت ومشاہدے کے اعتبار سے دونوں حضرات کی بات درست ہے۔

تاویل وتطبیق کی ایک دوسری شکل بھی ہے اور یہ شکل خود عبداللہ بن مطیعؓ سے ہی ثابت ہے، وہ یہ کہ یزید نے ابن الحنفیہؒ کے سامنے نیک و پارسا بننے کا ڈھونگ کیا ہے حقیقت میں وہ ایسا نہیں ہے، اگرچہ ابن الحنفیہؒ نے اس تاویل کو قبول نہیں کیا لیکن یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے، ابن الحنفیہؒ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے، حضرت علیؓ کے فاضل صاحبزادے ہونے کی وجہ سے آپ کے معتقدین ومحبین کا دائرہ بڑا وسیع تھا، شہادتِ حسینؓ کے بعد خانوادۂ علیؓ کے تئیں لوگوں کی محبت و ہمدردی میں اور یزید کے تئیں نفرت وغصے میں اضافہ ہو چکا تھا، ان

سب باتوں کی موجودگی میں یزید بہر حال اتنا سمجھدار تو تھا کہ ابن الحنفیہؒ سے اپنا فسق وفجور چھپاتا، ورنہ اگر ابن الحنفیہ کے سامنے یزید پارسا بن کر نہ دکھاتا اور اپنا فسق وفجور ظاہر کر دیتا اور پھر ابن الحنفیہ لوگوں میں اس کی حقیقت ظاہر کرتے تو شاید سال بھر پہلے ہی بغاوت ہو چکی ہوتی۔ لہذا یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ابن الحنفیہؒ اگرچہ سچ بول رہے ہیں لیکن وہ ظاہری حالت سے دھوکہ کھا گئے اور عبداللہ بن مطیعؓ وغیرہ حضرات نے اس کے احوال کی اچھی طرح تحقیق وتفتیش کی اس لئے اصلی حالت سامنے آ گئی۔

تاویل وتطبیق کے بغیر ابن الحنفیہؒ کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

اگر حامیانِ یزید تاویل وتطبیق کی اس مذکورہ شکل سے متفق نہیں ہیں اور بہرصورت ابن حنفیہؒ کی تصدیق اور عبداللہ بن مطیعؓ کی تکذیب ہی کے درپے ہیں؛ تو پھر سن لیں شرعی اصول وضوابط اور بیشمار آثار وقرائن کی روشنی میں عبداللہ بن مطیعؓ کی بات ہی حق وسچ ہے اور ابن حنفیہؒ کی بات غلط ونادرست ہے۔ ابن مطیعؓ کی بات درست ہونے اور ابن الحنفیہ کی بات کے غلط ہونے پر ہمارے پاس بہت سارے دلائل ہیں۔ مثلاً

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر پہلی دلیل۔

عبداللہ بن مطیعؓ صحابی ہیں اور ابن الحنفیہؒ تابعی ہیں، تابعی کیسا ہی علم وفضل والا ہو صحابی کی برابری ہرگز نہیں کرسکتا، امام معافی بن عمرانؒ سے کسی نے پوچھا: معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ یہ سوال سن کر آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا: معاویہؓ کا ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ کی پوری زندگی سے افضل ہے، پھر سائل کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: **تجعل رجلاً من اصحاب محمد** ﷺ **مثل رجلٍ من التابعین؟** کیا تم حضور ﷺ کے صحابی کا ایک تابعی سے موازنہ کرنا چاہتے ہو؟ یعنی صحابی وتابعی کا موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (تاریخ دمشق ۵۹ / ۲۰۸) اندازہ کیجیے! عمر بن عبدالعزیزؒ سید التابعین اور متفق علیہ امام عادل ہیں بعض حضرات نے آپ کو خلفاء راشدین میں شامل کیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی معافی بن

عمرانؒ نے کسی صحابی سے ان کا موازنہ کرنے پر سخت غصے کا اظہار فرمایا۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:**لسنا نقیس باصحاب رسول اللہ ﷺ احداً۔** ہم حضور ﷺ کے صحابہ پر کسی کو بھی قیاس نہیں کر سکتے ۔(السنہ للخلال رقم ٦٦٠)امام اہل سنت ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں: **کل الصحابة ائمة مامونون غیر متهمین فی الدین۔** تمام کے تمام صحابہ ہر قسم کے فتنے سے مامون ومحفوظ ہیں اور دین کے معاملے کسی بھی قسم کی تہمت سے پاک ہیں۔ (الابانہ عن اصول الدیانہ ص ۷۴)

لہذا اہل سنت کے نزدیک صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کی بات محمد بن الحنفیہؒ تابعی کے مقابلے ہر حال میں معتمد ومستند سمجھی جائے گی اور جب دونوں میں کسی ایک کو رد کرنا کرنا ہوگا تو صحابی کے مقابلے تابعی کی بات ہی رد کی جائے گی۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر دوسری دلیل۔

حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کی بات پر صحابہ کی ایک جماعت (عبداللہ بن زید بن عاصمؓ، ابوحلیمہ معاذ بن الحارثؓ، عبداللہ بن حنظلہؓ، معقل بن سنانؓ وغیرہ) نے اعتماد کیا اور پھر اسی بنیاد پر یزید کی بیعت فسخ کر کے حرہ میں یزیدی فوج کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے؛اس کے برخلاف محمد بن الحنفیہؒ کے خیالات سے صحابی تو چھوڑیں کوئی تابعی بھی متفق نظر نہیں آتا، چنانچہ ابن الحنفیہؒ کے علاوہ کسی بھی صحابی یا تابعی سے یزید کی اس انداز میں تعریف وتوصیف ثابت نہیں کی جا سکتی۔

ظاہر ہے جس صحابی عبداللہ بن مطیعؓ کی تائید صحابہ کی ایک جماعت کر دے اس کے مقابلے اکیلے تابعی ابن الحنفیہ کی بات کیوں کر قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر تیسری دلیل۔

تمام اہلِ مدینہ نے (جن میں صحابہ کے علاوہ ہزاروں اجلہ تابعین و اولادِ صحابہ تھے) بالاتفاق حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کی بات پر اعتماد فرمایا اور یزید کی بیعت فسخ کر کے

حرہ میں جان کے نذرانے پیش کردیئے، اور محمد بن الحنفیہؒ کی بات کو کسی نے بھی لائقِ توجہ نہیں سمجھا، ظاہر ہے جب مدینہ منورہ کے تمام صحابہ وتابعین نے عبداللہ بن مطیعؓ کے مقابلے بالاتفاق ابن الحنفیہ کی بات رد کردی تو آج چودہ سے سال بعد اہلِ مدینہ کے اتفاقی فیصلے سے بغاوت کرتے ہوئے ابن الحنفیہ کی تائید کیوں کر کی جاسکتی ہے۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر چوتھی دلیل۔

محمد بن الحنفیہؒ یزید کے پاس اکیلے تشریف لے گئے تھے اس لئے یزید کے بارے میں آپ کی جو بھی رائے تھی وہ اکیلے کی تحقیق وتفتیش کا نتیجہ تھی؛ جبکہ عبداللہ بن مطیعؓ ایک جماعت کے ساتھ یزید کے پاس گئے تھے جس میں متعدد صحابہ بھی تھے، اس لئے آپؓ کی جو بھی تحقیق تھی وہ اکیلے کی نہیں: ایک جماعت کی تحقیق تھی اور پھر اس پوری جماعت نے واپس آکر یزید کی بیعت فسخ کردی تھی، لہذا بدیہی بات ہے کہ اکیلے شخص کی تحقیق کے مقابلے ایک جماعت کی تحقیق زیادہ قابلِ اعتماد سمجھی جاتی ہے۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر پانچویں دلیل۔

عبداللہ بن مطیعؓ نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل صاف ستھری بات تھی؛ لیکن ابن الحنفیہؒ نے بعض ایسی عجیب وغریب باتیں بھی ارشاد فرمادیں جن سے آپ کی جانب اس کلام کی نسبت میں ہی شبہ پیدا ہوجاتا ہے، مثلاً۔ ابن الحنفیہؒ نے فرمایا: **أفاطلعكم على ماتذكرون من شرب الخمر؟ فلئن كان اطلعكم على ذلك انكم لشركاؤه، وان لم يكن اطلعكم فمايحل لكم ان تشهدوا بما لم تعلموا**۔ کیا یزید نے اپنے شراب پینے کے بارے میں تمہیں بتایا؟ اگر اس نے تمہیں بتایا ہے تو پھر تم بھی اس کے ساتھ شراب خوری میں ملوث ہو، اور اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا تو پھر تمہارے لئے حلال نہیں کہ ایسی بات کی شہادت دو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ محمد ابن الحنفیہؒ کی اس گفتگو پر غور کیجئے کیسی عجیب وغریب بات ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر یزید نے تمہیں اپنی شراب نوشی کے بارے میں بتایا ہے تو تم

بھی اس کے شریکِ گناہ ہو۔کیا یہ بات عقل ونقل کے مطابق ہے؟ پھر یہ پورا سوال ہی عجیب اوٹ پٹانگ ہے، ابن الحنفیہؒ الزام کی تحقیق کے سلسلے میں معقول انداز میں یہ بھی تو پوچھ سکتے تھے کہ کیا تمہارے نزدیک شرعی اصول پر یزید کا شراب پینا ثابت ہوگیا ہے؟ اس معقول سوال کو چھوڑ کر عجیب وغریب سوال کررہے ہیں کہ کیا یزید نے تمہیں خود خبر دی ہے؟ بھلا یزید جیسا مدبر وزیرک سیاستداں اپنی شراب نوشی کی خبر خود کیوں دیتا پھرے گا۔ نیز ابن الحنفیہؒ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کے نزدیک جرم کے ثبوت کا فقط ایک ہی طریقہ ہے کہ مجرم خود اعترافِ جرم کرلے؛ بس، جبکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ثبوتِ جرم کے اور بھی طریقے بیان کئے گئے ہیں۔لہذا اس عجیب وغریب گفتگو کو محمد بن الحنفیہ جیسے جلیل القدر عالم وفاضل تابعی کی طرف منسوب کرنا ہی محل نظر ہے۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر چھٹی دلیل۔

اس روایت کو نقل کرنے والے دونوں جلیل القدر محدثین (ابن کثیرؒ وذہبیؒ) نے عبداللہ بن مطیعؓ کے بیان کو صحیح ودرست سمجھا ہے اور ابن الحنفیہ کی صفائی کو رد کردیا ہے، حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: **قلت: کان قویاً شجاعاً۔۔۔۔۔۔۔۔یتناول المسکر و یفعل المنکر۔الخ** میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یزید بڑا طاقتور وبہادر تھا۔۔۔۔۔اور شراب نوشی و دیگر حرام کاموں کا ارتکاب کرتا تھا۔(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۷)۔حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: **وکان فیه ایضاً اقبال علی الشهوات و ترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات الخ۔** یزید کی عادتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خواہشاتِ نفسانیہ کا پجاری تھا اور بعض اوقات نماز چھوڑ دیتا تھا۔(البدایہ والنہایہ ۱۱/ ۶۴۶) ایک جگہ فرماتے ہیں: **قلت: یزید بن معاویة اکثر ما نقم علیه فی عمله شرب الخمر و اتیان بعض الفواحش۔** (البدایہ ۱۱/ ۶۵۰) میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: یزید بن معاویہ پر سب سے زیادہ طعن اس کی شراب نوشی اور بعض حرام کاریوں کے سبب کیا گیا ہے۔

عقل ونقل کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ مذکورہ روایت کونقل کرنے والے دونوں محدثین نے عبداللہ بن مطیعؓ کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے یزید کوشرابی وتارکِ صلاۃ مان لیاہے اور ابن الحنفیہ کی صفائی کوذرا بھی لائقِ اعتنا نہیں سمجھا ہے۔روایت نقل کرنے والے محدثین کی فہم زیادہ قابلِ اعتماد ہے یا آج کل کے حضرات کی؟ نیز یہ بھی خیال رہے کہ ذہبیؒ اور ابنِ کثیرؒ کو عام مؤرخ نہ سمجھا جائے، یہ دونوں حضرات امت کے جلیل القدر اور رفیع المرتبت محدثین میں شامل ہیں؛ بلکہ امام ذہبیؒ تو نقدِ رجال اور معرفتِ اسانید ومتون کے بلامدافعت امام ہیں، اگرکسی روایت کے ردوقبول میں ایسے حضرات کی فہم بھی قابلِ اعتبار نہیں ہوگی تو پھر کس کی فہم پر اعتماد کیا جائے گا۔

ابن مطیعؓ کے دعوے کی صحت پر ساتویں دلیل۔

محمد بن الحنفیہؒ کی بات پر خود حامیانِ یزید (ہمارے مخاطب صرف وہ ہیں جو خود کو دیوبندیت کی جانب منسوب سمجھتے ہیں) کوبھی اعتماد نہیں، کیونکہ ابن الحنفیہ یزید کے بارے میں فرماتے ہیں: **وقد حضرته واقمت عنده فرأيته مواظباً على الصلوة، متحرياً للخير، يسأل عن الفقه، ملازماً للسنة۔ الخ** ۔ میں یزید کے پاس گیا اور کچھ دن اس کے پاس قیام کیا تو دیکھا کہ وہ نمازوں کا بڑا پابند ہے، ہمہ وقت خیر کا متلاشی رہتا ہے، پیش آمدہ مسائل میں برابر حکمِ شرع دریافت کرتا رہتا ہے اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا اہتمام کرتا ہے۔۔غور کریں کہ اگر ابن الحنفیہؒ کی یہ بات مانی جائے تو یزید اعلی درجے کا متقی و پرہیزگار اور ولیِ کامل بنتا ہے، بھلا کسی کے تقویٰ طہارت اور پاکبازی وولایت کے لئے اس سے زیادہ کونسے اوصاف چاہئے جو محمد بن الحنفیہ بیان کررہے ہیں۔جبکہ ہمارے مخاطب حامیانِ یزید؛ اس بیچارے کو ولیِ کامل ماننے کے لئے تیار نہیں، چنانچہ؛ محدث اعظمیؒ فرماتے ہیں: ہمارا مقصد ہرگز ہرگز یزید کو ولی، یا خلیفۂ راشد یا امام ومقتدیٰ ثابت کرنا نہیں ہے، نہ ہم اس کو زمرۂ ابرار واتقیائے مسلمین میں شمار کرنے کو کہتے نہ شمار کرتے ہیں، اور نہ ہم اس کے

ساتھ ایسی حسن عقیدت رکھنے کی دعوت دیتے ہیں جو عقیدت خلفائے راشدین، ائمہ دین، بزرگانِ اسلام، صالحین و متقین، یا متشرع و عادل بادشاہوں کے ساتھ رکھی گئی ہے۔(تبصرہ برشہید کربلاص ۴۹) بڑی عجیب بات ہے؛ ایک طرف تو ابن الحنفیہ کی روایت کو شدومد کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے جس میں یزید کو ولیِ کامل ثابت کیا گیا ہے، اور دوسری جانب بیچارے کو اولیاء، صالحین، بزرگانِ اسلام اور متقین تو چھوڑیئے عادل بادشاہوں میں بھی جگہ نہیں دی جارہی ہے۔ ہمارے حضرت مفتی شکیل صاحب بھی راہِ اعتدال سے ہٹنے والے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کچھ لوگ اسے حق پرست، دودھ کا دھلا ہوا اور مقدس گائے خیال کرکے اس کی مدح خوانی اور قصیدہ گوئی میں لگے رہتے ہیں۔“ (محاکمہ ص ۱۴)۔ عجیب بات ہے جب آپ حضرات کے نزدیک ابن الحنفیہؒ کی روایت درست ہے تو یزید کو حق پرست، دودھ کا دھلا اور مقدس گائے کیوں نہیں مانا جاتا، جب ابن الحنفیہ اسے مقدس گائے قرار دے رہے ہیں تو آپ لوگوں کو تسلیم کیوں نہیں۔

خود حامیانِ یزید کی جانب سے محمد بن الحنفیہؒ کی روایت کو کما حقہ تسلیم نہ کرنا ہی اس کے غیر معتبر ہونے کی کھلی شہادت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر محمد بن الحنفیہ کی روایت کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے تو اس روایت میں صحابیِ رسول عبداللہ بن مطیعؓ کا بیانیہ حق و درست ہوگا اور ابن الحنفیہ تابعی کا بیانیہ مؤول یا غلط ہوگا۔ اور اس صحیح السند روایت سے یزید کی شراب نوشی و دیگر جرائم ثابت ہوجائیں گے۔

دلیل نمبر ۴۔ ابن الحنفیہؒ کی ایک اور روایت

مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے یزید کی صفائی میں بلاذری کے حوالے سے محمد بن الحنفیہ کی ایک روایت اور پیش کی ہے، پہلے روایت مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

یروي البلاذري أن محمد بن علي بن أبي طالب - المعروف بابن الحنفية - دخل يوماً على يزيد بن معاوية بدمشق، ليودعه بعد أن قضى

عنده فترة من الوقت، فقال له يزيد، و كان له مكرماً: يا أبا القاسم، إن كنت رأيت مني خُلقاً تنكره نَزَعت عنه، و أتيت الذي تُشير به علي ؟ فقال: والله لو رأيت منكراً ما وسعني إلا أن أنهاك عنه، و أخبرك بالحق لله فيه، لما أخذ الله على أهل العلم عن أن يبينوه للناس و لا يكتموه، و ما رأيت منك إلا خيراً. (أنساب الأشراف للبلاذري (5/17).

بلاذری بیان کرتے ہیں کہ محمد بن علی بن ابی طالب۔ جو ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک دن دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس آئے۔ اس کے ساتھ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اسے وداع کرنے کے لئے، تو یزید نے ان کی بڑی عزت وتکریم کی اوران سے کہا: اے ابوالقاسم، اگر آپ نے مجھ میں کوئی ناپسندیدہ کردار دیکھا ہو تو بتائیں! میں اس کی اصلاح کر لیتا ہوں اور آپ کی ہدایت ومشورے پہ عمل پیرا ہوتا ہوں، انہوں نے کہا: خدا کی قسم اگر میں آپ میں کوئی برائی دیکھتا تو اس سے ضرور منع کرتا، اللہ کے واسطے آپ کو حق بات کی رہنمائی واطلاع کرتا، کیونکہ اللہ نے اہل علم سے وعدہ لیا ہے کہ وہ لوگوں کو حق بتائیں، اسے ہرگز نہ چھپائیں، اور میں نے آپ سے اچھائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ (محاکمہ ص ۸)

الجواب۔

حضرت مفتی شکیل صاحب مدظلہ کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ لینے اور دینے کے باٹ الگ رکھنا مسلمانوں کا نہیں؛ قومِ شعیب کا وطیرہ ہے، جب آپ فسقِ یزید پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں تو صحیح السند کی شرط لگاتے ہیں؛ لیکن جب خود یزید کی حمایت میں دلیل پیش کرتے ہیں تو صحیح السند تو چھوڑیئے مطلقاً بے سند روایت کو بھی مستدل بنانے سے نہیں چُوکتے۔ قارئین کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ یزید کی صفائی میں پیش کی گئی یہ روایت

بلا سند ہے، بلاذری نے بغیر کسی سند کے اس روایت کو بیان کیا ہے؛ لیکن چونکہ مفید مطلب تھی اس لئے خاموشی کے ساتھ قبول کر لی گئی۔

حضرت والا! تھوڑی دیر پہلے تو آپ فسقِ یزید کے قائلین پر یہ کہہ کر غضبناک ہو رہے تھے کہ "فاسق وفاجر کہے جانے کی اصل بنیاد بعض تاریخی روایات ہیں جو قصہ گو اور جعل ساز و مجہول الحال راویوں نے بیان کی ہیں"۔ اب کیا ہوا جب انکارِ فسق کے لئے بغیر سند والی روایت دھڑلے سے پیش کر دی گئی، فسق کی روایات کو کم از کم قصہ گو اور جعل ساز و مجہول راوی تو مل گئے، آپ کی مفید مطلب روایت کو تو جعل ساز راوی بھی نصیب نہ ہو سکے۔ کیا یہی انصاف و دیانت کا تقاضہ ہے؟

من نگویم کہ ایں مکن و آں کن
مصلحت بیں و کارِ آساں کن

دلیل نمبر ۵۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"بلاذری کی درج ذیل روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سلسلہ گفتگو میں یزید کو امیر معاویہ رضی اللہ کی "صالح اولاد" قرار دے کر اس کی حکومت واطاعت تسلیم کرنے کی تلقین کی ہے: **وإنّ ابنه يزيد لمَن صالحي أهله، فالزموا مجالسكم واعطوا اطاعتكم وبيعتكم** (أنساب الأشراف 1 / 289 ق 4 تح احسان عباس)" (محاکمہ ص ۱۸۔۱۹)

الجواب۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یزید کو صالح ثابت کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ اس کی سند کو بھی دیکھ لیا جاتا، ورنہ ہم پھر وہی کہیں گے کہ آپ کے نزدیک صحیح سند کی شرط صرف

اپنے مخالفین لئے ہے، خود جو کچھ بھی ملے اور کیسی بھی گری پڑی سند سے ملے فوراً تسلیم ہے۔

عدل کا خون کریں پھر بھی یہ زعمِ انصاف

اپنے ہاتھوں میں وہی لوگ ترازو رکھیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند میں متعدد خرابیاں ہیں ؛ پہلی خرابی یہ ہے کہ مدائنی کے شیخ عبدالرحمان بن معاویہ الزیادی مجہول ہیں، کتبِ رجال میں کہیں ان کا کوئی اتہ پتہ نہیں؛ اس لئے عبدالرحمان کی جہالت کی وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے بغیر کسی دلیل کے محض اٹکل سے پورا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مدائنی کے شیخ عبدالرحمان بن معاویہ ابوالحویرث الزرقی ہیں جبکہ یہ بات خود امام مدائنیؒ کی تصریح کے خلاف ہے، مدائنی نے خود اپنے شیخ کی وضاحت کردی کہ یہ ابوالحویرث زرقی نہیں؛ زیادی ہیں۔ دیکھئے (انساب الاشراف ۷ / ۴۶۴) اپنے شیخ سے متعلق راوی کی اپنی تصریح کے بعد بھی یہی کہتے رہنا کہ یہ ابوالحویرث زرقی ہے؛ دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور شاید اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔ مدعی سست گواہ چست۔ یا۔ **توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ**

اگر کفایت اللہ سنابلی کی بات مانتے ہوئے بالفرض یہ مان بھی لیں کہ یہ راوی ابوالحویرث الزرقی ہی ہے تو بھی یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ ابوالحویرث زرقی بھی ضعیف ہے، یحیی بن معین فرماتے ہیں: **لا یحتج بہ**۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: **لیس بثقة لا تاخذن عنہ شیئا**۔ امام نسائی فرماتے ہیں: **لیس بثقة**۔ امام ابوداؤدؒ نے بھی اس کی برائی کی ہے اور اسے "**مرجئ اھل المدینة**" کہا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں: **لیس بقوی یکتب حدیثہ و لا یحتج بہ**۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں: **لیس لہ کثیر حدیث و مالک اعلم بہ لانہ مدنی و لم یرو عنہ شیئاً**۔ ذہبیؒ فرماتے ہیں: **ضُعّف**۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: **صدوق سئ**

الحفظ رمی بالارجاء۔ امام ابوبکر الہیثمیؒ فرماتے ہیں: والاکثر علی تضعیفه۔ امام عقیلی ،نسائیؒ، ابن جوزیؒ اور ذہبیؒ نے بھی اسے ضعفاء ومتروکین میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (الجرح التعدیل ۵ / ۲۸۴۔ الکامل لابن عدی ۵ / ۵۰۲۔ الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی ۲ / ۱۰۰۔ المغنی فی الضعفاء للذھبی ۱ / ۵٦۰۔ میزان الاعتدال ۲ / ۵۲۰۔ تہذیب التہذیب ۲ / ۵۵۴۔ مجمع الزوائد ٦ / ۴۸۔ تقریب التہذیب ص ۵۹۹۔ الکاشف ۲ / ۲۱۷) ائمہ جرح وتعدیل کی ان تمام صریح جروحات کے بعد بھی سنابلی نے اپنے خانہ زاد اصولوں اور اِکّے دُکّے حضرات کی آراء کے سہارے اس راوی کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے خوب آسمان زمین کے قلابے ملائے ہیں جو شاید اُن جیسے خودسر وآزاد خیال لوگوں کے لئے تو حجت ہوں لیکن اہلسنت کے نزدیک پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

یہی ایک خرابی روایت کو رد کرنے کے لئے کافی تھی لیکن اس میں اور بھی متعدد خرابیاں ہیں، مثلاً۔ روایت کے آخری راوی احمد بن یحیی البلاذری اصولِ محدثین کے مطابق مجہول ہیں، ائمہ جرح وتعدیل میں کسی نے بھی ان کی توثیق نہیں کی۔ سنابلی نے یہاں بھی بقراطی دکھانے کی پوری کوشش کی ہے اور صفدی و یاقوت الحموی وغیرہ کے حوالے سے بلاذری کو ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ صفدی و یاقوت الحموی وغیرہ حضرات کا شمار محدثین وائمہ جرح وتعدیل میں نہیں ہے اور یہ بیچارے خود اپنی توثیق کے محتاج ہیں چہ جائے کہ دوسروں کی توثیق کرتے پھریں۔

دلیل نمبر ٦۔ حضرت معاویہؓ کا اعتبار

یزید کی پارسائی اور فسق کے انکار کے ثبوت میں مفتی شکیل صاحب نے حضرت معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ نامزد کرنا بھی شمار کیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول، کاتب وحی اور خال المومنین ہیں، انہوں نے اپنے بیٹے کی خود تادیب وتربیت کی، اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے،

اس کی خاص نگرانی فرمائی، وہ اس کے احوال، اوصاف واخلاق وعادات سے مکمل واقف و مطمئن تھے۔اگراس میں اہلیت یا صالحیت نہ ہوتی، یا فسق وفجور کے جراثیم ہوتے تو کیا یہ متصور ہے کہ صحابی رسول فاسق وفاجر کے لئے دوسروں سے بیعت لیں؟ بلکہ خود حضرت امیر معاویہ کی باتوں پر غور کریں، تو آپ کو اس بات کا ثبوت مل جائے گا کہ ان کے اس اقدام کا مقصد محض عوام کا فائدہ ہے نہ کہ شخصی مفادات کا حصول، کیونکہ انہوں نے اپنی زبان سے خود کہا ہے: **اللهم إن كنت إنما عهدت ليزيد، لما رأيت من فضله، فبلغه ما أملت وأعنه، وإن كانت إنما حملني حبّ الوالد لولده، وأنه ليس لما صنعت به أهلاً، فاقبضه قبل أن يبلغ ذلك. (تاريخ الإسلام للذهبي–عهد معاوية بن أبي سفيان– (ص169) و خطط الشام لمحمد كرد علي (1 / 137)** اے خدا! اگر میں نے یزید کے فضل کی بنیاد پر اسے ولی عہد بنایا ہے تو آپ اسے میری امیدوں پر پورا اتار دے اور آپ اس کی معاونت فرما، اور اگر اس کی اہلیت کے بغیر محض والد کی محبتِ بیجا (اور موروثیت واقربا پروری وغیرہ) کے باعث ایسا ہوا ہے تو اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام کردے)۔صحابی رسول کی زبانی جاری اس دعاء میں دیکھئے! جلیل القدر صحابی رسول یزید کے لئے "فضل" اور "اهل" کی گواہی دے رہے ہیں، جس سے واضح ہے کہ تخت نشیں ہونے تک وہ متصف بالفسق نہیں تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے میں اپنے بعد امارت کی صلاحیت واہلیت ضرور دیکھی ہوگی، کیونکہ **"صاحب البيت اعلم بمافيه"** (صاحب خانہ وہ اپنے گھر کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے)۔" (محاکمہ ص ۷۔۸)

الجواب۔

اس مذکورہ عبارت سے مفتی صاحب یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے نزدیک یزید بڑا نیک اور فضل وکمال والا تھا۔

حضرات! یزید کو ولی عہد بنانے کی بحث اہلسنت کی کتب میں مفصل موجود ہے، ہم یہاں وہ مفصل بحث چھیڑنا نہیں چاہتے، بس یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خلافت کے لئے یزید کی نامزدگی سے ہرگز ہرگز یزید کی پارسائی ثابت نہیں کی جاسکتی، زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دور میں یزید فاسق نہیں تھا یا اس کا فسق ظاہر نہیں ہوا تھا، لیکن اس سے بعد کی ظلم وزیادتیوں پر یزید کو کلین چٹ دینا کیوں کر درست ہے۔

اہلسنت کی نظر میں یزید کو خلیفہ نامزد کرنا ہی حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی تھی، اگرچہ آپؓ نے یہ کام نیک نیتی اور امت کی صلاح وفلاح کے خاطر کیا۔ بحث کو طول دینے کے بجائے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ کی تصریحات پیش کردیں۔ چنانچہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> "جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے اس میں ہمیں مولانا مودودی صاحب سے اختلاف نہیں ہے، جمہور امت کے محقق علماء ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فعل (یزید کی نامزدگی۔ ناقل) رائے اور تدبیر کے درجے میں نفس الامری طور پر درست ثابت نہیں ہوا اور اس کی وجہ سے امت کے اجتماعی مصالح کو نقصان پہنچا"۔ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۸۹)

اسی بحث میں آگے فرماتے ہیں:

> "جیسا کہ ہم شروع میں عرض کرچکے ہیں مذکورہ بالا بحث سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور معاویہؓ کی رائے واقعہ کے لحاظ سے سو فیصد درست تھی اور انھوں نے جو کیا وہ نفس الامر میں ٹھیک کیا، بلکہ مذکورہ بحث سے یہ بات ثابت ہوتی

ہے کہ ان کی رائے کسی ذاتی مفاد پر نہیں بلکہ دیانت داری پر مبنی تھی، اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ امانت کے ساتھ اور شرعی جواز کی حد میں رہ کر کیا، ورنہ جہاں تک رائے کا تعلق ہے جمہور امت کا کہنا یہ ہے کہ اس معاملے میں رائے انہی حضرات صحابہؓ کی صحیح تھی جو یزید کو ولی عہد بنانے کے مخالف تھے" آگے فرماتے ہیں:

"بلاشبہ حضرت معاویہؓ کے عہد میں یزید کا فسق و فجور کسی قابلِ اعتماد روایت سے ثابت نہیں اس لئے اس کو خلافت کا اہل تو سمجھا جاسکتا تھا لیکن امت میں ایسے حضرات کی کمی نہیں تھی جو نہ صرف دیانت وتقویٰ بلکہ ملکی انتظام اور سیاسی بصیرت کے اعتبار سے بھی یزید کے مقابلے بدرجہا بلند مقام رکھتے تھے، اگر خلافت کی ذمہ داری ان کو سونپی جاتی تو بلاشبہ وہ اس سے کہیں بہتر طریقے پر اہل ثابت ہوتے" (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۹۹)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں جانشینِ امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب مدظلہ کی بھی ایک عبارت نقل کردی جائے، مولانا فرماتے ہیں:

"یہ بات بھی مسلم ہے کہ شیرازۂ امت کو بکھرنے سے بچانے کے لئے اس وقت موجود زیادہ تر صحابہ کرام نے یزید کی حکومت کو تسلیم کرلیا تھا، یہ بیعت اس لئے نہیں تھی کہ وہ یزید کو ہر طرح سے خلافت کا حقدار سمجھتے تھے بلکہ اس لئے تھی کہ امت میں خونریزی نہ ہو، اور امام بخاریؒ کے مطابق "**بایعنا هذا الرجل علی بیعة الله و رسوله**" یعنی یہ بیعت اس شرط پر تھی کہ ان کی اللہ اور رسول سے بیعت برقرار رہے گی اور وہ حکومت کی کسی ایسی

بات کو ہرگز نہیں مانیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ہو۔ ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اُس دور میں یزید کے ظاہری اعمال اور عمومی حالات اس درجہ کے نہ تھے کہ اس کی مخالفت ضروری ہو اور اسلام کے خلاف اس کا کردار نہیں تھا، حضرت معاویہؓ نے جس دور میں اس کا انتخاب کیا تھا تو اس میں اہلیت سمجھ کر ہی ایسا کیا تھا، آئندہ کے لئے کسی کو کیا معلوم کہ کیا حالات پیش آئیں گے۔ والغیب عنداللہ۔ چنانچہ یزید کے سیاہ کارنامے واقعۂ کربلا، واقعۂ حرہ اور مکہ معظّمہ پر چڑھائی وغیرہ جو کتابوں میں پائے جاتے ہیں اس کا ذمہ دار وہ خود ہے حضرت معاویہؓ پر اس کی ذمہ داری ڈال کر ان کو مطعون کرنا اور ان کے حساب میں ان گناہوں کو لکھنا بڑی زیادتی ہوگی" (حضرت امیر معاویہؓ اور معاندین کے اعتراضات ص ۱۹۳)

مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے انھی دونوں بزرگوں (مفتی تقی عثمانی، مولانا عبدالعلیم فاروقی) کو اپنی تائید میں پیش کیا تھا اور ہم نے انہی دونوں اکابر کی عبارتیں پیش کر کے ثابت کر دیا کہ حضرت معاویہؓ کے یزید کو ولی عہد بنانے سے یزید کی پارسائی ثابت نہیں ہو سکتی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی عبارت پر اس بحث کو مکمل کر دیا جائے، حضرت فرماتے ہیں:

"حضرت معاویہؓ نے یزید کو جب اپنا ولی عہد بنایا تو اس وقت وہ علی الاعلان فاسق نہیں تھا اگر اس میں کوئی خامی یا تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی" (تحقیق و اثبات شہادتِ حسینؓ ص ۷۶)

لیجئے حضرت مفتی صاحب! ہمارے اور آپ کے ان محبوب بزرگوں نے یزید کو ولی عہد بنائے جانے کے متعلق حضرت معاویہؓ کی طرف سے صفائی بھی پیش کردی اور یزید کی پارسائی بھی ثابت نہیں ہوئی۔

ضعیف و منقطع روایت سے استدلال

مفتی صاحب نے یزید کے سلسلے میں حضرت معاویہؓ کی دعا والی جو روایت نقل کی ہے وہ سند کے اعتبار سے منقطع بلکہ معضل ہے، اس روایت کے کئی راوی تسلسل کے ساتھ غائب ہیں اور جو موجود ہیں وہ سخت ضعیف ہیں، افسوس اس طرح کی غیر معتبر و بے سند تاریخی روایت سے استدلال کرنے کے بعد بھی دوسروں کو قصہ گو و جعلساز راویوں کی روایت کے طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ اگر آپ حضرات یزید کے دفاع میں اس طرح کی غیر معتبر تاریخی روایات پیش کر سکتے ہیں تو پھر دوسروں سے صحیح سند کا مطالبہ چھوڑ دینا چاہئے۔

دلیل نمبر ۷۔ حدیث مغفور

مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے یزید کی حمایت میں ایک اور زوردار دلیل پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

"أَوَّلُ جَيْشٍ مِن أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لهمْ (صحیح البخاری: 2924، مع الفتح (6/120). یہ حدیث بتارہی ہے کہ قسطنطینیہ کی جنگ میں شریک افراد جنتی اور مستحق مغفرت ہیں، یزید بھی اس جنگ میں ایک دستے کا سپہ سالار تھا، حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "قوله: (يغزون مدينة قيصر) يعني القسطنطينية، قال المهلب: في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر، ومنقبة لولده يزيد لأنه أول من غزا مدينة قيصر۔ (الفتح (6/120): بعض لوگوں کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ بخاری شریف میں صراحت نہیں ہے کہ یزید غزوہ قسطنطنیہ میں شریک تھا، تو عرض

ہے کہ بخاری میں حضرت عتبان بن مالک کی ایک لمبی حدیث کے ذیل میں یزید کا ارض روم یعنی قسطنطینیہ میں بحیثیت سپہ سالار موجود ہونا ثابت ہے..................

حافظ ابن کثیر بھی اسے شریک غزوہ قسطنطینیہ مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ اس غزوے میں متعدد سادات و اجلاء صحابہ بھی شریک تھے: "ثم دخلت سنة تسع وأربعين فيها غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطينية، ومعه جماعة من سادات الصحابة، منهم: ابن عمر، وابن عباس، وابن الزبير، وأبو أيوب الأنصاري. وقد ثبت في "صحيح البخاري" أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أول جيش يغزون مدينة قيصر مغفور لهم "فكان هذا الجيش أول من غزاها، وما وصلوا إليها حتى بلغوا الجهد. (البداية والنهاية 11/180) ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کے پاس بعض کمزوریوں کے علی الرغم غزوہ قسطنطینیہ میں شرکت کی صورت میں حسنات کا ذخیرہ (حسنۃ واحد کا ترجمہ ذخیرہ کرنا شاید سہو قلم ہے۔ ناقل) موجود ہے: "له على هناته حسنة، وهي غزو القسطنطينية، وكان أمير ذلك الجيش، وفيهم مثل أبي أيوب الأنصاري" (سیر أعلام النبلاء (4/36) اور بھی دیگر مورخین و محدثین نے اس غزوے میں اس کی شرکت کی صراحت کی ہے، لہذا وہ بمقتضائے حدیث مغفرت کی بشارت کے عموم میں شامل ہے، اسے بلا وجہ خارج کرنا قرین عدل و انصاف نہیں ہے" (محاکمہ ص ۲۱ تا ۲۳)

الجواب۔

مفتی شکیل صاحب مدظلہ نے یقینی اور قطعی انداز میں یزید کو حدیث مغفور کا مصداق ٹھہرانے کی پوری کوشش کی ہے، جبکہ ایک آدھ کو چھوڑ کر محدثین و شراحِ حدیث احتمال کے درجے میں بھی یزید کو اس حدیث کا مصداق ماننے کو تیار نہیں۔ مفتی صاحب نے یقینی انداز میں "مدینۃ قیصر" سے قسطنطنیہ مراد لے لیا ہے جبکہ محدثین و شراح حدیث اس بابت شدید اختلاف رکھتے ہیں کہ "مدینۃ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ ہے یا حمص۔ "اول جیش" سے بھی مفتی

صاحب نے صرف یزید کا لشکر مراد لیا ہے جبکہ محدثین کے نزدیک " اول جیش " کی تعیین میں سخت اختلاف ہے۔ پھر یہاں مغفرت سے مراد سابقہ گناہوں کی مغفرت ہے یا بالعموم تمام گناہوں کی؛ اس میں بھی محدثین مختلف آراء رکھتے ہیں۔

مفتی صاحب نے دو تین تاریخی حوالوں پر اعتماد کرتے ہوئے یزید کو اس حدیث کا مصداق مان کر اس کے جنتی و مغفور ہونے کا فیصلہ کر دیا؛ جبکہ محدثین تو کچھ اور ہی فرمارہے ہیں، صحیح بخاری کے قدیم ترین شراح؛ امام ابن المنیرؒ اور امام ابن التینؒ تو مہلب ابن ابی صفرہؒ کا محض اسی بنیاد پر سخت تعاقب کر رہے ہیں کہ پانچ صدیوں تک کسی محدث نے یزید کو اس حدیث کا مصداق نہیں بتایا تو انہوں نے کس بنیاد پر مصداق بنادیا، بعد میں چل کر بخاری کے سب سے مشہور شراح؛ ابن حجر، ابن الملقنؒ، بدرالدین عینیؒ اور قسطلانیؒ بھی کسی صورت یزید کو اس فضیلت کا مصداق ماننے کو تیار نہیں، آخر میں جا کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تو صاف ہی کر دیا کہ اس حدیث کا مصداق ہونے کے باوجود بھی یزید؛ قتلِ اہلبیت، اور تخریب مدینہ جیسے شرمناک جرائم کے سبب اس مغفرت کے عموم سے خارج ہے۔

خلاصہ یہ کہ مفتی شکیل صاحب جس حدیث کو یقینی طور پر یزید کی مدح میں پیش فرمارہے ہیں، محدثین کے نزدیک احتمال کے درجے میں بھی اس سے یزید کی فضیلت ثابت ہونے پر اشکال ہے، اس بابت شراح حدیث نے تفصیلی ابحاث قلمبند فرمائی ہیں ان شاء اللہ بندے کی آنے والی کتاب میں تفصیلی کلام بھی پیش کیا جائے گا، فی الوقت حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ سے اس حدیث کے اور یزید کو اس کا مصداق ماننے کے متعلق پوچھ لیتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مدظلہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> " جو حدیث منسلکہ پرچہ میں نقل کی گئی ہے وہ صحیح بخاری میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ پھر علماء نے اس پر کلام کیا ہے کہ اس لشکر سے کون سا لشکر مراد ہے؟ جہاں تک پہلے سمندری جہاد کا

تعلق ہے اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں انجام پایا ہے، البتہ قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہونے والا لشکر کون سا تھا؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سفیان بن عوفؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا تھا جس میں حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابو ایوب الانصاریؓ موجود تھے اور اسی میں حضرت ابو ایوبؓ کی وفات ہوئی۔ علامہ عینیؒ نے اس قول کو زیادہ راجح قرار دیا ہے **قلت الاظھر ان ھؤلاء السادات من الصحابة کانوا مع سفیان ھذا و لم یکونوا مع یزید بن معاویة لانه لم یکن اھلا ان یکون ھؤلاء السادات فی خدمته** یہ زیادہ ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان کے ساتھ ہوں گے یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں کیونکہ وہ اس بات کا اہل نہ تھا کہ یہ حضرات صحابہؓ اس کی خدمت میں رہیں۔ (عمدۃ القاری ص ۱۹۸، ۱۹۹ ج ۱۴ ادارۃ الطباعۃ المنیر ۃ، وکذا فی طبع دار الفکر) لیکن تاریخی طور پر یہ قول زیادہ مشہور ہے کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں ہوا ہے۔ اس سے بعض علماء نے یزید بن معاویہ کی فضیلت اخذ کی ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ، علامہ بدر الدین عینیؒ اور دوسرے علماء محققین نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں ایک عام حکم دیا گیا ہے کسی فرد کی تخصیص نہیں، لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے اسباب کی بناء پر اس عام حکم سے خارج

ہو۔(فتح الباری ج٦ ص٨٧) گویا یہ ایسا ہی ہے جیسے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ"۔۔آگے فرماتے ہیں: "لیکن اس فضیلت کی بنا پر اس کے دوسرے ناجائز افعال کا جواز تلاش نہیں کیا جاسکتا، یزید بن معاویہ نے اگر اس جہاد میں شرکت کی یا اس کی سر براہی کی تو بلاشبہ اس کا یہ عمل نیک اور باعث اجر ہے لیکن اس نیک عمل سے ان ناجائز افعال کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا جو اس نے اپنے عہدِ حکومت میں انجام دیئے۔۔۔۔۔اس نے اپنے عہد میں بلاشبہ بعض ناجائز افعال کئے ان افعال کو ناجائز قرار دیا جائے گا،اس کے بعد معاملہ اللہ کے ساتھ ہے وہ چاہے تو مغفرت کردے اور چاہے تو سزا دے۔الخ

(فتاویٰ عثمانی جلد1 صفحہ 193 کتاب السیر والمناقب)

مفتی تقی عثمانی مدظلہ اسی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "تراجم بخاری" میں اس بارے میں سب سے معتدل بات فرمائی ہے، انہوں نے فرمایا: کہ مغفورلھم سے مراد یہ ہے کہ جو بھی اس لشکر میں شامل ہوگا اس کے سابق گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی ،لہذا جو بھی اس لشکر میں شامل تھے سب کے سابق گناہوں کی مغفرت ہوگئی، لیکن اگر اس کے بعد کسی نے غلط اقدام کیا ہے تو وہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے، اس لئے اگر یزید سے کچھ غلطیاں بعد میں سرزد ہوئیں اور اس کے معاملات میں کچھ خلاف شریعت امور ظاہر ہوئے تو یہ بعد کی بات ہے اور مغفورلھم کا معاملہ ماقبل سے

متعلق تھا" (انعام الباری ۷ / ۴۸۵)

لیجئے حضرت مفتی صاحب! آپ کے اور ہمارے محبوب عالم دین حضرت شیخ الاسلام تو یزید کے بعد کے جرائم کے سبب "مغفور لھم" سے خارج کرنے کو سب سے معتدل بات ارشاد فرما رہے ہیں اور آپ یقینی طور پر یزید کے تمام گناہوں کی مغفرت کرانے کے لئے بضد ہیں۔ ببیں تفاوتِ راہ۔

مفتی صاحب نے اپنی تائید میں ابن حجرؒ، ابن کثیرؒ اور ذہبیؒ کے اقوال پیش کئے ہیں، ۔حافظ ابن حجرؒ نے مہلبؒ کے حوالے سے اس روایت کے ذیل میں یزید کی منقبت ذکر کرنے کے فوراً بعد ابن التینؒ اور ابن المنیرؒ کے حوالے سے اس کی تردید بھی فرمادی ہے، افسوس مفتی صاحب نے ابن حجر کا صرف مفیدِ مطلب کلام نقل کر دیا اور اگلی سطر میں جہاں ابن حجرؒ نے اس کلام کی تردید کی ہے اسے ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا، یہ شاید امانت و دیانت کے خلاف ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ذہبیؒ نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہؒ کے اعتماد پر یزید کو اس روایت کا مصداق تو قرار دیدیا لیکن ساتھ ہی اس کے جرائم وقبائح کے سبب بعد کے گناہوں کی مغفرت سے استثناء کر کے فاسق وفاجر بھی کہہ دیا۔

دلیل نمبر ۸۔ بعض صحابہ کی بیعت

مفتی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

"حضرت نعمان بن بشیر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی رسول کو مختلف اوقات میں مختلف ذمہ دارانہ حکومتی حیثیتوں اور عہدوں کے ساتھ یزید کے ساتھ لمبی مصاحبت اور ہم نشینی رہی، شب وروز کے واقعات ومعمولات کو قریب سے دیکھنے، جھانکنے اور پرکھنے کا اوروں کی بہ نسبت انہیں بہتر موقع یقیناً ملا ہوگا؛ لیکن وہ تو یزید کے فسق وفجور پہ مطلع نہیں ہوسکے، لیکن سیاسی افیون میں بدمست جانبدار مورخین ان چیزوں پہ مطلع ہو گئے"۔ (محاکمہ ص ۱۹)

الجواب۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض صحابہ نے یزید کی بیعت کرلی تھی اور ایک آدھ صحابی اس کے نظامِ حکومت میں عہدیدار بھی تھے، لیکن صحابہ کی بیعت یزید کو پارسا سمجھنے کی وجہ سے تھی یا امت کو فتنے فساد و خونریزی سے بچانے کے لئے تھی؟ اہلسنت کی کتب میں اس پر تفصیلی ابحاث موجود ہیں اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ بعض صحابہؓ کے یزید کی بیعت کرنے کو فقہاء و شراحِ حدیث نے یزید کے حق ہونے کی دلیل نہیں بنایا بلکہ اس بات کی دلیل بنایا کہ فاسق و ظالم حکمراں کی بیعت اور اس کے جھنڈے تلے جہاد وغیرہ میں شرکت جائز ہے۔ فی الوقت یہ بحث ہمارا موضوع نہیں ہے، ابھی تو ہم صرف اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کی بیعت کو یزید کی صفائی میں پیش کرنا اہلسنت علماء وفقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ حضرت نعمان بشیرؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ وغیرہ بعض صحابہ نے یزید کی بیعت کی تھی اور نعمان بن بشیرؓ کچھ دن یزید کے گورنر بھی رہے؛ لیکن ان دونوں حضرات نے یا ان کے علاوہ کسی بھی صحابی نے کبھی یزید کی تعریف وتوصیف اور مدح وثنا نہیں کی اور نہ اس کا دفاع کیا، ان بزرگوں سے یزید کی تعریف وتوصیف میں ایک بھی لفظ صحیح سند سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ ہوا ہوائی دعوے کرنے کے بجائے صحیح سند کے ساتھ ان بزرگوں کے وہ اقوال پیش کرتے جن میں یزید کے فسق کا انکار ہو یا اس کا دفاع موجود ہو۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ لہذا اس طرح کی کھوکھلی باتوں کو دلیل بنانا اہل علم کا شیوہ نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۹۔ صحابہ وتابعین کی صفائی

مفتی صاحب بڑے طمطراق وتحدی کے ساتھ دعوی کرتے ہیں:

”متعدد اہل بیت، اجلاء تابعین اور صحابہ سے یزید کے خلاف پھیلائے گئے الزامات فسق کی تردید ثابت ہے، اس کے سامنے شمس الدین ذہبی، ابن الجوزی، محمود آلوسی، قاضی شوکانی،

تفتازانی، سیوطی، ابویعلی وغیرھم کی بے دلیل اور مبہم جرح کا اعتبار نہیں" (محاکمہ ص ۲۰)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

"اہل بیت اور بعض اجلاء تابعین کی تعدیل کے سامنے بعد کے علماء کرام کی تفسیق بغیر مفسق چنداں ضرر رساں نہیں" (ایضاً ص ۲۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"صحابہ وتابعین کے اقوال میں تردید فسق یزید کے کافی مواد موجود ہیں" (ایضاً ص ۲۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"صاحب واقعہ امام حسین، خانوادہ حسینی کے چشم دید گواہ، بعض صحابہ اور تابعین اجلاء کی شہادتوں سے ان الزامات کی تردید ہوتی ہے. صحابہ کرام اور اجلاء تابعین کی تردید تفسیق کے سامنے سالوں بعد کے متکلم فیہ مورخین یا علماے اہل سنت کے اتفاقی "نقلِ تفسیق" ثانوی درجے کی چیز ہوگی" (ایضاً ص ۱۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"شہید امام عالی مقام کے خانوادے کے معتبر افراد کی شہادت قابل سماع نہیں ٹھہر رہی ہے! آخر کیوں؟" (ایضاً ص ۱۷)

الجواب۔

مفتی صاحب نے بڑی آسانی سے دعوی تو کردیا کہ متعدد صحابہ، اہلبیت اور اجلاء تابعین سے یزید کی تعدیل اور الزامات فسق کی تردید ثابت ہے؛ لیکن پھر ثابت کر کے دکھایا بھی نہیں، آخر وہ کون کون سے صحابہ، اجلہ تابعین اور اہلبیت ہیں جنھوں نے یزید کی تعدیل کی ہے اور اس پر لگائے گئے الزامات کی تردید کی ہے؟ ان بزرگوں کی نام کیا ہیں اور ان کی عبارتیں کن کتابوں میں پائی جاتی ہیں؟ اگر یہ سب باتیں شیعوں کے بارہویں امام کی طرح سر من رایٰ جیسی کسی خفیہ و پُر اسرار غار میں پوشیدہ نہیں ہیں تو نکال کر دکھانے میں کیا

وقت پیش آرہی ہے؟۔ یادرکھیں ثبوت کے بغیر محض زبانی دعوے اہلِ علم کے یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اگر متعدد صحابہ، تابعین واہلبیت نے یزید کی تعدیل کی ہے تو صحیح سند کے ساتھ پیش کیا جائے۔ **ھاتوابرھانکم ان کنتم صادقین**

نوٹ۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن حنفیہؒ کی جن عبارات سے مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی تھی ان کی حقیقت ہم نے واضح کردی ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۔ حضرت حسینؓ نے فاسق نہیں کہا

مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"کیا خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے، مدینہ، پھر مکہ سے کربلاء تک کے پورے سفراوراپنی پوری تحریک کے درمیان کبھی بھی یزید کو فاسق وفاجر یا شرابی کبابی کہا ہے؟ اس بابت کوئی ایک مستند ومعتبر روایت حوالے میں پیش کی جاسکتی ہے؟" (محاکمہ ص ۱۶)

الجواب۔

یہ بات بدیہیات اورتواتر سے ثابت ہے کہ حضرت حسینؓ نے روزِ اول سے ہی یزید کی ولی عہدی وخلافت کی مخالفت کی، اورآخر تک اسی پر قائم رہے اوراسی پاداش میں اپنی ذات سمیت پوراخاندان کربلا میں ذبح کروادیا۔

عجیب بات ہے؛ حضرت حسینؓ کی اس پوری جدوجہداورقربانی کے بعد یہ سوال کرنا کہ ثابت کروحضرت حسینؓ یزید کوغلط سمجھتے تھے؛ سراسرضدوتحکم ہےاورآپؓ کی پوری جدوجہد وقربانی کا مذاق بنانے کے مترادف ہے، ہمارے علم کے مطابق اس طرح کے الول جلول اوراوٹ پٹانگ اشکالات چودہ صدیوں تک اہلسنت کے ذہن وخیال میں بھی کبھی نہیں آئے، یہ سب عباسی، سنابلی اوران کے ہمنوا ناصبیوں کی خرافات ہیں اورانہیں کی کتابوں پرآنکھ بندکرکے اعتماد کانتیجہ ہیں۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حضرت حسینؓ یزید کوحق وعادل سمجھتے تھےتوکیااس صورت

میں امام عالی مقام کی اپنی شخصیت مجروح ہونے سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ اگر آپ ؓ کی نظر میں یزید ٹھیک تھا تو پھر آپ ؓ نے اس خلیفۂ عادل کی بیعت سے انکار کیوں کیا اور امت کو اس قدر آزمائش میں کیوں ڈالا؟ کیا اس صورت میں نواصب کی یہ بدفہمی سچ ثابت نہیں ہو جائے گی کہ حضرت حسین ؓ ناجائز اور ناحق طریقے سے ایک عادل و برحق حکمراں کی حکومت و خلافت کو ہتھیانا چاہتے تھے اسی لالچ و حرص میں آپ ؓ نے یہ ساری بھاگ دوڑ کی اور اسی چکر میں اپنے خاندان کو ذبح کروایا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

کم از کم اس طرح کی اوٹ پٹانگ باتیں نقل کرنے سے پہلے یہ تو سوچ لیا جاتا کہ ان کی زد سیدھے حضرت امام عالی مقام کی ذات پر پڑے گی، نواصب تو برملا آپ ؓ کی شخصیت کو مجروح کرتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے انھوں نے یہ سب خرافات گھڑی ہیں اس لئے اُن بدبختوں سے اس طرح کی باتیں بعید نہیں ہیں؛ البتہ اہلسنت کی طرف نسبت رکھنے والوں کو اس طرح کی باتیں ذہن میں بلاقصد آنے پر بھی سو بار استغفار ولاحول پڑھنا چاہئے۔

دلیل نمبر ۱۱۔ حسین ؓ: یزید کی بیعت کے لئے تیار تھے

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"اگر یزید واقعی اتنا ہی بے دین و فاجر اور ناہنجار تھا تو ابن زیاد کی فوج سے آمنا سامنا ہونے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لئے کیوں تیار ہو گئے تھے؟ ۔۔۔۔۔۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ امام حسین یزید سے بہتر سلوک کے امیدوار تھے اور اسے ظالم سفاک یا یا فاسق و فاجر نہیں سمجھتے تھے. بلکہ انہوں نے یزید کو "امیر المؤمنین" کہا ہے" (محاکمہ ص ۱۷۔۱۸)

الجواب۔

یزید کے متعلق حضرت حسین ؓ کا کیا نظریہ تھا اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا کیا

مطلب ہے؛ زیادہ تفاصیل میں جانے کے بجائے بہتر ہوگا کہ حضرت شیخ الاسلام مفتی عثمانی صاحب مدظلہ سے اس بابت دریافت کرلیا جائے۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ بذات خود شروع سے ہی یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جاچکا ہے یہ ان کی دیانتدارانہ رائے تھی، جب حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حجاز کے اکابر اور اہل حل وعقد نے جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ شامل تھے، ابھی تک یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا، ادھر عراق سے ان کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا جس سے واضح ہوتا تھا کہ اہل عراق بھی یزید کی خلافت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہاں کے لوگ انھیں مسلسل یہ لکھ رہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے اور ہم نے ابھی تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، ان حالات میں ان کا موقف یہ تھا کہ صرف اہل شام کی بیعت پوری امت پر لازم نہیں ہوسکتی، لہذا اس کی خلافت ابھی منعقد نہیں ہوئی اس کے باوجود وہ پورے عالم اسلام پر بزور متصرف ہونا چاہ رہا ہے تو اس کی حیثیت ایک ایسے سلطان متغلب کی سی ہے جو غلبہ پانا چاہتا ہے مگر ابھی تک پا نہیں سکا۔ ایسی حالت میں اس کے غلبے کو روکنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے، اور اسی لئے انہوں نے پہلے حالات کی تحقیق کے لئے حضرت مسلم بن عقیل کو روانہ کیا تا کہ صحیح صورتحال معلوم ہوسکے، لہذا کوفہ کی طرف ان کا کوچ فقہی نقطۂ نظر سے بغاوت

کے لئے نہیں تھا بلکہ ایک متغلب کے غلبہ کو روکنے کے لئے تھا۔ اگر ان کی نظر میں صورتحال یہ ہوتی کہ یزید پورے عالم اسلام پر بزور قابض ہو چکا ہے اور اس کا تسلط مکمل ہو گیا ہے تب بھی بحالت مجبوری وہ احکام شریعت کے مطابق یزید کو سلطان متغلب تسلیم کر کے خاموش ہو جاتے، لیکن ان کی نظر میں صورتحال یہ تھی کہ یزید کا تسلط ابھی مکمل نہیں ہوا، اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کے اقتدار کو ابھی روکا جا سکتا ہے، اور یہی وجہ تھی کہ جب کوفہ کے قریب پہنچنے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگوں نے غداری کی ہے اور یزید کا تسلط وہاں پر مکمل ہو گیا ہے تو انھوں نے وہ تین مشہور تجاویز پیش کیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اما ان اضع یدی فی یدیزید" یا پھر میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدوں گا، اس کا صاف مطلب ہی یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یزید کا تسلط پوری طرح قائم ہو چکا ہے تو سلطان متغلب کی حیثیت سے وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے رضامند ہو گئے تھے" (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۱۱۱۔ ۱۱۲)

شیخ الاسلام مدظلہ کے اس قتباس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ کی نظر میں یزید کی کیا حیثیت تھی، کس نیت سے خروج کیا تھا اور بیعت کے لئے آمادگی کیوں ظاہر کی تھی۔ حضرت کی اس طویل عبارت میں ان تمام باتوں کا جواب بھی ہے اور یزید کی جانب سے کوئی صفائی بھی پیش نہیں کی گئی۔ فالحمد للہ

نوٹ۔ کیا حضرت حسینؓ نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اور کیا فقط امیر المؤمنین کہنے

سے کسی کی تعدیل وتوصیف ثابت ہوسکتی ہے؛ یہ بحث تفصیل کے ساتھ آئندہ سطروں میں ان شاءاللہ۔

دلیل نمبر ۱۲۔علی بن الحسین ؓ کا موقف

مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”علی بن حسین اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک ماہ کے قریب یزید کے پاس مقیم رہے، واپسی پر کیا انہوں نے یزید کے فسق وفجور، بے دینی و بے راہ روی کی بابت کوئی ایک بات بھی کہی ہے؟“ (محاکمہ ص ۱۶)

الجواب۔

حضرت حسین ؓ کے جلیل القدر صاحب زادے علی بن الحسین ؓ المعروف بہ زین العابدینؒ اپنے خاندان کی تباہی کے بعد گھر کی مستورات کے ساتھ یزید کے پاس دمشق بھیج دیئے گئے تھے، وہاں سے مدینہ منورہ واپسی کے بعد آپؒ نے خود کو ہر قسم کے تنازعات سے دور کرلیا اور باقی پوری زندگی تعبد و تعلم میں گذاری، آپؒ نے مدینہ منورہ واپسی کے بعد وفات تک یزید یا اس کے بعد دیگر حکام کے معاملے میں کفِ لسان کو حرزِ جان بنائے رکھا، اوراس کی معقول وجہ بھی تھی، آپؒ کربلا کے عینی شاہد تھے اور یزیدی فوج کے ہاتھوں اپنے والد ذی مقام اور بھائیوں وخاندان کے دیگر افراد کو خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھ چکے تھے، اس لئے آپؒ اس بات کو بخوبی سمجھ چکے تھے کہ جن لوگوں نے حکومت وخلافت میں آڑے آنے پر میرے والد اور خاندان کو ذبح کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کی وہ مجھے کیوں کر برداشت کرلیں گے اور میری حق گوئی پر ظالمانہ سلوک سے کیوں دریغ کریں گے، اس لئے آپؒ نے حکمرانوں سے تعرض کئے بغیر اپنی باقی زندگی خاموشی کے ساتھ گذاری۔

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ آپؒ نے یزید کے معاملے میں کفِ لسان فرمایا؛ جس کی

وجوہات اہلِ علم وعقل پر مخفی نہیں؛ لیکن آپؒ نے زندگی بھر میں کبھی یزید کی تعریف وتوصیف اورتعدیل وتوثیق کی ہو؛ ایسی کوئی معتمد روایت ذخیرۂ تواریخ میں کہیں موجود نہیں، اس لئے علی بن الحسینؒ کو یزید کے حامیوں میں شمار کرنا بہت بڑی جرأت ہے۔اعاذنااللہ منہ

دلیل نمبر ۱۳۔قتلِ حسینؓ سے برأت

مفتی صاحب نے ابن تیمیہؒ، ابن صلاحؒ، غزالیؒ اور ابن کثیرؒ کی عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یزید قتلِ حسین سے بری ہے اس لئے اسے برا کہنا غلط ہے۔(محاکمہ ص ۱۱۔ ۱۲)

الجواب۔

کتبِ تواریخ، سیر واحادیث میں دو چار نہیں سینکڑوں سے متجاوز علماء کے اقوال ثبت ہیں جو بغیر کسی شک وشبہے کے یزید کو شہادت حسین کا مجرم گردانتے ہیں؛ اس کے باوجود بھی محض دو تین علماء کے اقوال سے یزید کو پاکدامن ثابت کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔

صرف یزید ہی نہیں دیگر اور بھی متعدد مسائل میں بعض علماء کی ایسی آراء مل جاتی ہیں جو بڑی عجیب اور ناقابلِ یقین ہوتی ہیں، اس لئے اگر دو چار نے یزید کو قتلِ حسینؓ سے بری قرار دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں؛ کیونکہ اسی امت میں بعض لوگوں نے فرعون کے مومن ہونے کے بھی فتوے دیئے ہیں، بعض لوگوں نے ابوطالب کے ایمان پر بھی کتابیں لکھی ہیں، بعض لوگوں نے آزر (والد ابراہیمؑ) کو بھی مسلمان قرار دیا ہے؛ اس لئے اگر یزید کے بارے میں کچھ حضرات کی اس قسم کی آراء مل جائیں تو کچھ تعجب نہیں۔

ویسے بھی یہ مسئلہ دلائل وثبوت کے بجائے عقل وفہم سے زیادہ تعلق رکھتا ہے، کسی خود مختار حکمراں کی سلطنت میں اگر ظلم وزیادتی یا قتل وغارتگری ہو اور حکمراں قتل وغارت گری کرنے والے کسی بھی مجرم کو کوئی سزا نہ دے تو کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو اس قتل وغارت کو بادشاہ کی

جانب منسوب کرنے سے منع کرے گا۔ بادشاہ کے مجرم ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ اس نے قدرت کے باوجود مجرموں کو سزا نہیں دی۔

یزید حاکمِ اعلیٰ ہے، اس کے زیرِ نگیں علاقے کوفہ میں خاندان رسالت کو ذبح کردیا جاتا ہے اور اس پوری سفاکیت کی قیادت یزید کا معتمد گورنر ابن زیاد کرتا ہے، اس جرم عظیم کے بعد نہ کوئی مقدمہ چلتا ہے، نہ کسی کی گرفتاری ہوتی ہے، نہ کسی کو معزول کیا جاتا ہے؛ اس پوری کاروائی کو دیکھنے کے بعد یہ کہنا کہ خاندان رسالت کے قتلِ عام میں یزید شامل نہیں؛ اپنی عقل کا دیوالیہ نکالنا ہے۔ اور تعجب ہے کیسے کیسے عجیب وغریب دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یزید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یزید نے ابن مرجانہ کو گالی دی۔ یزید نے خاندانِ رسالت کے اجڑے قافلے کا اکرام کیا۔ یزید کا حکم دینا ثابت نہیں۔ قتل کی خبر سن کر یزید خوش نہیں ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ دلائل ہیں یا اپنے دین وعقل کا ماتم ہے؟

حضرت مولانا فہیم الدین بجنوری دام ظلہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

”ابن زیاد کی اوقات نہیں کہ وہ ذاتی حیثیت میں چمن نبوی کو خاک وخون سے آلودہ کرتا، حکمرانوں میں باہمی مفاہمت بالا بالا ہوتی ہے، ایوان حکومت کا اعتماد اسی کو ملتا ہے، جس کی بالغ نظری جنبش ابرو کی مراد میں بھی خطا نہیں کرتی، ہمارے سامنے تو پھر بھی تاریخ اسلام کا عظیم تر سانحہ ہے، یزید کی طرف سے اقدام قتل کے لیے سبز اشارہ، اس اولین خط کے بین السطور میں موجود ہے، جو ولید بن عتبہ کے نام مدینہ منورہ ارسال کیا گیا تھا اور مروان بن حکم اس مراد کو سمجھنے میں کسی غلطی یا ابہام کا شکار نہیں تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مفاہمت کا آپشن ذہن میں ہوتا، تو نعمان بن بشیر اس کے لیے موزوں ترین گورنر تھے؛ مگر ان کی

معزولی عمل میں لائی گئی؛ کیوں کہ انتہائی اقدام کا فیصلہ کیا جاچکا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پشیمان ہونے والا، ان کے سر مبارک کی توہین کرے گا؟ کیا ان دندان مبارک پر چھڑی نہیں ماری گئی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں کے شاہد و یادگار تھے؟ کیا آپ بدنامی کی مہیب فضاؤں میں منھ دھونے کو کلین چٹ کے مترادف سمجھتے ہیں؟" انتہی۔

مفتی شکیل صاحب نے دو تین علماء کے اقوال نقل کر کے پہلے تو یزید کو قتلِ حسین رضی اللہ عنہ سے کلین چٹ دینے کی کوشش کی؛ لیکن شاید پھر اپنی غلطی کا کچھ احساس ہوا اور فرمانے لگے:

"لیکن فرماروائے سلطنت ہونے کی حیثیت سے یزید کو بری الذمہ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا، قلمرو میں خچر مرجانے پہ حکمراں اور خلیفہ خود کو مسئول سمجھتے ہوئے قابل احتساب سمجھ سکتا ہے تو اتنی بڑی شہادت سے یزید کا پلو جھاڑ لینا کسی طور سمجھ نہیں آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول تاریخ میں ثبت ہے: فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی مرجائے تو اس کا سوال عمر سے ہوگا"

اگر اتنی بڑی شہادت سے یزید کا پلو جھاڑ لینا کسی طور سمجھ میں نہیں آتا تو پھر پلو جھاڑنے والے اقوال بھی تو آپ ہی نقل فرما رہے ہیں، اگر یزید بری الذمہ نہیں ہے تو پھر وہ اقوال کیوں نقل کئے گئے جن سے برات ثابت ہوتی ہے۔

ع۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

چلئے کسی نہ کسی طرح یہ تو آپ مان گئے کہ خاندان رسالت کو تاراج کرنے میں یزید کا ہاتھ ہے؛ اب یہ عقدہ بھی حل فرمادیں کہ اس قتلِ عام، شہادتِ عظمیٰ اور جرم عظیم کا ذمہ دار ہونے کے باوجود یزید فاسق کیوں نہیں؟ کیا مرتکبِ کبیرہ فاسق نہیں ہوتا؟ کیا شریعت میں کسی عام مسلمان کے قتلِ ناحق کو بھی اکبر الکبائر میں شمار نہیں کیا گیا؟ اور کیا خاندان

رسالت کا خون اتنا کم قیمت ہے کہ اسے بہانے والے کو عام مرتکبِ کبیرہ کے درجے کا بھی گنہ گار نہ سمجھا جائے؟

نوٹ۔ آج کل کے بعض نواصب کہتے ہیں کہ جیسے حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ کو سزا نہیں دی ایسے ہی یزید نے بھی قاتلین حسین کو سزا نہیں دی۔ اس شیطانی قیاس پر لاحول ہی پڑھا جاسکتا ہے۔ اور کوئی شیطانی دماغ والا ہی یزید کو حضرت علیؓ پر قیاس کرسکتا ہے ورنہ یزید تو چھوڑیئے حضرت معاویہؓ بھی حضرت علیؓ کے سامنے پہاڑ کے مقابل ذرہ ہیں، امام اہلسنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: حضرت علیؓ کے مقابلے حضرت معاویہؓ کو صف نعال میں بھی جگہ مل جائے تو غنیمت ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۔ یزید کو امیر المؤمنین کہنا

مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"امام حسین یزید سے بہتر سلوک کے امیدوار تھے اور اسے ظالم سفاک یا یا فاسق و فاجر نہیں سمجھتے تھے. بلکہ انہوں نے یزید کو "امیر المؤمنین" کہا ہے" (محاکمہ ص ۱۸)

اسی طرح فرماتے ہیں:

"قابل ثقہ و معتبر شخصیت امام لیث بن سعد نے یزید کو امیر المومنین کہا ہے" (ایضاً)

الجواب۔

حضرت حسینؓ اور امام لیث بن سعدؒ نے یزید کو امیر المؤمنین کہا تو مفتی صاحب نے" لفظ امیر المؤمنین" توثیق پر دلالت کرنے والا سمجھ لیا، جبکہ یہ ایک عرف ہے اور ہر قسم کے فاسق و عادل حکمراں کو امیر المؤمنین کہد یا جاتا ہے، یزید سے بھی بدتر حکمرانوں کے لئے کتب تواریخ وسیر میں "امیر المؤمنین" لفظ مستعمل ہوا ہے، قاضی ابو یعلی اپنی کتاب احکام السلطانیہ میں امام احمد کا قول نقل کرتے ہیں "**ومن غلبهم بالسيف حتى صار خليفة**

وسمي أمير المؤمنين لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يبيت ولا يراه إماماً عليه، براً كان أو فاجراً، فهو أمير المؤمنين"۔ (الاحکام السلطانیہ قاضی ابی یعلی الفراء صفحہ 3) جوتلوار کے زور پر غالب ہو یہاں تک کہ وہ خلیفہ بن جائے اور وہ امیر المومنین کہلائے تو اللہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ رات اس حال میں گزارے کہ وہ اسے امام نہ سمجھے، خواہ وہ نیک ہو یا فاجر، وہ امیر المومنین ہے۔

ہم یہاں صرف ایک مثال دیتے ہیں جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ فاسق و فاجر حکمران کو بھی امیر المؤمنین کہا جاتا تھا:

حافظ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں: یزید امیر المؤمنین و کان قبیح الآثار فی الاسلام قتل اهل المدینة وافاضل الناس و بقیة الصحابةرضی اللہ عنہ یوم الحرة فی آخر دولته و قتل الحسینرضی اللہ عنہ و اهل بیته فی اول دولته۔ الخ (جمہرۃ انساب العرب ص 112) یزید امیر المؤمنین اسلام میں بڑی بری یادگاریں رکھتا ہے، اس نے اپنی حکومت کے آخری زمانے میں حرہ میں اہل مدینہ، نیک لوگوں اور اولا د صحابہ کا قتلِ عام کیا اور حکومت کے ابتدائی زمانے میں حضرت حسینؓ اور آپؓ کے اہلبیت کا قتلِ عام کیا۔

دیکھ لیجئے! ابن حزم امیر المؤمنین بھی کہہ رہے رہیں اور بدکاریاں بھی شمار کرا رہے ہیں۔

سنگین غلطی

مفتی صاحب نے ایک بڑی عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی ہے:

"جہاں لعنت کی نفی ہوگی وہاں تبعاً فسق وظلم کی بھی نفی ہوتی ہے، لہذا تردید فسق سے لعنت کی بحث کو خارج نہیں کیا جاسکتا" (محاکمہ ص ۲۰)

مفتی صاحب کا جو علمی مقام ہے اسے دیکھتے ہوئے یقین ہی نہیں ہوتا کہ ایسی فحش غلطی آپ کے قلم سے کیسے سرزد ہوگئی، آپ فقہ وفتاوی کے ماہر ہیں اور کتب فتاوی میں "باب لعن العصاۃ" کے تحت جو تفصیلات درج ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ

لعنت کی نفی سے فسق کی بھی نفی ہو جائے گی؟ کیا فسق ثابت ہونے کے بعد لعنت جائز ہو جاتی ہے؟ اور کیا مفتی صاحب فقہ و فتاوی سے وہ عبارات پیش کر سکتے ہیں جن میں لعنت کی نفی سے فسق کی نفی مراد لی گئی ہو؟

یقینی و قطعی طور پر ثبوتِ فسق کے بعد بھی لعنت کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور کا موقف یہ ہے کہ تعیین کے ساتھ کسی فاسق کو لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ ہم اس بات کے ثبوت میں علماء اہلسنت کے سینکڑوں حوالے پیش کر سکتے ہیں؛ لیکن چونکہ علماء کے یہاں یہ مسئلہ تقریباً بدیہی ہے اس لئے بلا وجہ حوالجات پیش کرنا مناسب نہیں۔

ہمارا گمان ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اگر اپنی تحریر پر نظر ثانی فرمائی ہو گی تو کم از کم اس فاش غلطی پر ضرور شرمندہ ہوئے ہوں گے

قارئینِ کرام!

مفتی صاحب کی تحریر میں یزید کی تعدیل و توثیق اور تردید فسق کے تمام دلائل کا فرداً فرداً جائزہ ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

عدمِ تفسیق و سکوت کے قائلین

اب ہم ان دلائل کی طرف آتے ہیں جن میں بعض علماء کو عدمِ تفسیق و سکوت کے قائلین میں شمار کر کے یہ تائثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ فسقِ یزید پر علماء کبھی متفق نہیں رہے اور بہت سے علماء نے عدمِ تفسیق یا سکوت کا قول بھی اختیار کیا ہے۔ اس باب میں متقدمین و متأخرین علماء کے متعدد نام پیش کئے ہیں؛ ہم فرداً فرداً سب کا جائزہ پیش کرنے جا رہے ہیں۔

عدمِ تفسیق کے قائلین

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"اہل سنت کا تیسرا قول ہے کہ یزید فاسق نہیں تھا۔ اس کے قائلین درج ذیل ہیں: 1۔

حجۃ الاسلام امام غزالی بحوالہ وفات الاعیان ج 3 ص 2882۔2۔ ابوبکر ابن العربی ۔۔۔۔ العواصم القواصم 3۔ محدث امام عبدالمغیث بن زہیر علوی متوفی 583 ھجری 4۔ علامہ نورالدین حنفی رامپوری بحوالہ نزھۃ الخواطر ج 7 ص 514۔ 5۔ علامہ دستی بحوالہ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ۔ 6۔ محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی۔ 7۔ مولانا منظور نعمانی۔ 8۔ مولانا عتیق الرحمن سنبھلی 9۔ مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی 10۔ مولانا رشید الاعظمی 11۔ ڈاکٹر مسعود قاسمی" (محاکمہ ص ۴)

قائلینِ عدمِ تفسیق کے اقوال کا جائزہ

ہم ان تمام حضرات کے اقوال کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) حجۃ الاسلام امام غزالیؒ

یزید کے متعلق امام غزالیؒ کا فتوی بہت مشہور ہے، حامیان یزید اس فتوے کو بڑی شدت کے ساتھ اچھال کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے یزید کی تفسیق کو غلط قرار دیا ہے اور اس کی تعدیل وتوثیق کر دی ہے؛ جبکہ ہمیں اس فتوے میں ایسی کوئی بات نہیں ملی جس سے فسقِ یزید کا انکار یا یزید کی تعدیل وتوثیق ہو سکے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام غزالیؒ کا پورا فتوی من وعن نقل کر دیا جائے۔

سئل عمن صرح بلعن يزيد، هل يحكم بفسقه، أم هل يكون ذلك مرخصا له فيه، وهل كان مريدا قتل الحسين رضي الله عنه، أم كان قصده الدفع، وهل يسوغ الترحم عليه، أم السكوت عنه أفضل، تنعم بإزالة الاشتباه مثابا؟

الجواب: لا يجوز لَعْنُ المسلمِ أصلاً، ومن لَعَنَ مسلماً فهو الملعون، وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (المسلم ليس بلعانٍ).

وكيف يجوز لعن المسلم ولا يجوز لعن البهائم وقد ورد النهي عن ذلك، وحرمة المسلم أعظم من حرمة الكعبة بنص النبي صلى الله عليه وسلم؟!ويزيد صحَّ إسلامه، وما صحَّ قتلُه الحسين رضي الله عنه، ولا أمرُه به ولا رضاه بذلك، ومهما لا يصح ذلك منه لا يجوز أن يُظنَّ ذلك به فإن إساءة الظن بالمسلم أيضاً حرام، وقد قال تعالى: (اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ) الحجرات/12، وقال النبي صلى الله عليه وسلم: (إن الله حرم من المسلم دمه وماله وعرضه، وأن يظن به ظن السوء). ومن زعم أن يزيد أمر بقتل الحسين رضي الله عنه أو رضي به فينبغي أن يعلم به غاية الحماقة؛ فإن من قتل من الأكابر والوزراء والسلاطين في عصره لو أراد أن يعلم حقيقة من الذي أمر بقتله، ومن الذي رضي به، ومن الذي كرهه؛ لم يقدر على ذلك، وإن كان الذي قد قتل في جواره وزمانه وهو يشاهده، فكيف لو كان في بلد بعيد وزمن قديم قد انقضى، فكيف يعلم ذلك فيما انقضى عليه قريب من أربعمئة سنة في مكان بعيد؟!وقد تطرق التعصب في الواقعة؛ فكثرت فيها الأحاديث من الجوانب. فهذا أمرٌ لا تُعلم حقيقته أصلاً، وإذا لم يُعرف وجب إحسان الظن بكل مسلم يمكن إحسان الظن به. ومع هذا فلو ثبت على مسلم أنه قتل مسلماً فمذهب الحق أنه ليس بكافر، والقتل ليس بكفر بل هو معصية، وإذا مات القاتل فربما مات بعد التوبة، والكافر لو تاب من كفره لم تجز لعنته، فكيف من تاب عن قتل؟!وبِمَ يُعرف أن قاتل الحسين رضي الله عنه مات قبل التوبة؟! وهو الذي يقبل التوبة عن عباده، فإذن لا يجوز لعن أحد ممن مات من المسلمين، ومن

لعنه كان فاسقاً عاصياً لله تعالى. ولو جاز لعنه فسكت، لم يكن عاصياً بالإجماع. بل لو لم يلعن إبليسَ طول عمره لا يقال له يوم القيامة: لِمَ لَمْ تلعن إبليس؟! ويقال للاعن: لِمَ لعنتَ، ومن أين عرفت أنه مطرود ملعون؟! والملعون هو البعيد من الله عز وجل، وذلك غيب لا يعرف إلا فيمن مات كافراً، فإن ذلك عُلِمَ بالشرع. وأما الترحم عليه فجائز، بل هو مستحب، بل هو داخل في قولنا في كل صلاة: (اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات)، فإنه كان مؤمناً. والله أعلم. (وفيات الأعيان ۳/۲۸۹)

اس فتوے کا خلاصہ یہ ہے کہ: امام غزالیؒ سے کسی نے تین سوال کئے۔(۱) یزید پر لعنت کا حکم۔(۲) کیا یزید قتلِ حسینؓ کا ذمہ دار ہے؟۔(۳) یزید کے لئے رحمت کی دعا جائز ہے یا نہیں؟

پہلے سوال کے جواب میں امام غزالیؒ نے فرمایا کہ یزید کا مسلمان ہونا ثابت ہے اور کسی مسلمان کو تو چھوڑیئے جانوروں کو بھی لعنت کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، لعنت کا مطلب ہوتا ہے کسی کے اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی خبر دینا، اور یہ چیز غیب میں سے ہے، جب تک کسی مسلمان کا کفر پر مرنا یقینی نہ ہو تب تک اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، اور بالفرض جائز ہو تو بھی لعنت نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یزید تو چھوڑیں اگر کوئی مسلمان ابلیس کو بھی ساری زندگی لعنت نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا: یزید کی جانب سے قتلِ حسینؓ کا حکم دیا جانا یا قتل پر اس کا راضی ہونا ثابت نہیں، اس لئے ایک مسلمان سے حسن ظن کی بنا پر بدگمانی جائز نہیں، حسینؓ کے قتل کا واقعہ تو چار سو سال پہلے کا ہے اور ہم سے دور دراز کا ہے؛ اگر آج ہمارے بالکل پڑوس میں بھی کسی کا قتل ہو جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون اس سے راضی ہے اور کس

نے قتل کروایا ہے، لہذا اس معاملے کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے، اور اگر مان لیں کہ یزید نے ہی قتل کروایا ہے تو بھی یہ کفر نہیں بس ایک گناہ ہے اور گناہ کی وجہ سے کوئی مسلمان لعنت کا مستحق نہیں بنتا، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو۔

تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا: چونکہ یزید مسلمان ہونے کی وجہ سے **"اللھم اغفر للمؤمنین و المؤمنات"** میں داخل ہے اس لئے اس کے لئے دعاء رحمت جائز ہے۔ (ملخصاً۔ وفیات الاعیان ۳ / ۲۸۸)

اس پورے فتوے میں کوئی صاحب ہمیں انگلی رکھ کر بتادے کہ کس جملے سے فسقِ یزید کی نفی ہو رہی ہے؟ ہاں ایک صورت میں ممکن ہے جب مفتی صاحب کے اصول "لعنت کی نفی سے تبعاً فسق کی بھی نفی ہوتی ہے" کو تسلیم کر لیا جائے۔

ہم نے بحث کے دوران بھی بار بار یہی کہا تھا کہ امام غزالیؒ نے لعنت کی نفی کی ہے فسق کی نہیں؛ لیکن زبردستی لعنت کی نفی کو فسق کی نفی پر محمول کیا گیا۔ ممکن ہے کوئی یہ کہنے لگے کہ قتلِ حسینؓ کے جرم سے بری قرار دیدیا اس لئے فسق کی بھی نفی ہوگئی۔ ہم کہیں گے کہ کیا یزید کے فسق کی بس یہی ایک وجہ ہے؟ کیا امام غزالیؒ نے حرہ کے قتلِ عام اور مکہ معظّمہ پر چڑھائی وغیرہ کے جرائم سے بھی یزید کو بری قرار دیا ہے؟

خلاصہ یہ کہ امام غزالیؒ کو عدمِ فسق کے قائلین میں شمار کرنا بالکل غلط ہے۔

(۲) ابوبکر ابن العربیؒ

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے "العواصم من القواصم" میں یزید کی خوب صفائیاں پیش کی ہیں اور ہر طرح کے الزامات کی تردید کی ہے اس لئے عدم فسق کے قائلین میں ابن العربی کو شامل کرنا بظاہر درست معلوم ہوتا ہے؛ لیکن اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ "العواصم من القواصم" میں بہت ساری جگہ تحریفات اور الحاقات ہیں جیسا کہ کتاب کے محقق محب الدین خطیب تحریر فرماتے ہیں: **و مما یؤسف لہ ان الاصل الذی اعتمد علیہ فی تلک الطبعة کان**

مکتوباً بقلم ناسخ غیر متمکن ، فوقعت فیه تحریفات لفظیة و املائیة حرصنا علی ردھا الی اصلھا، بل ان النسخة المخطوطة التی طبعت علیھا طبعة الجزائر یظھر ان المجلد وضع بعض ورقاتھا فی غیر موضعھا۔ الخ (مقدمہ العواصم ص ۵۰)اس لئے ابن عربی کی اس کتاب پر آنکھ بند کرکے اعتبار کرنا بھی درست نہیں ہے۔

مزید یہ کہ ابن العربی نے اس کتاب میں یزید سے متعلق بعض ایسی عجیب وغریب باتیں لکھ دیں جن کے ہمارے مخاطب بھی قائل نہیں ہیں۔مثلاً

1۔حضرت حسینؓ کے قتل کو جائز اور شریعت کے عین مطابق قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۴)

2۔یزید کو صحابی قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۶)

3۔امام احمد بن حنبلؒ کے تعلق سے یہ غلط بیانی کی ہے کہ آپؒ نے "کتاب الزہد" میں یزید کو ان زہاد صحابہ کی فہرست میں شامل کیا ہے جن کے اقوال اور پند ونصائح کی اقتداء کی جاتی ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۵)

4۔یزید بن معاویہ نخعیؒ اور یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کو ایک سمجھ لیا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۵)وغیرہ

ہم اپنے مخاطبین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ یزید کے متعلق ابن العربی کی ان باتوں سے متفق ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہوں گے تو پھر ان کے کلام سے مفید مطلب جملے نقل کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

ہمارے نزدیک تو "العواصم" میں تحریفات و الحاقات کے سبب جس طرح یزید کی تعریف وتوصیف والا کلام مشکوک ہے اسی طرح یہ مذکورہ باتیں بھی مشکوک ہیں۔جو لوگ دیگر باتوں کو درست مانتے ہیں وہ اِن باتوں میں اپنا موقف واضح کریں۔



(۳) عبدالمغیث بن زہیر حنبلیؒ

عبدالمغیث بن زہیر کو فسقِ یزید کے مانعین میں شمار کرنا بھی محلِ نظر ہے۔ دراصل عبدالمغیث کے ترجمے میں بعض علماء کی اس عبارت سے حامیانِ یزید کو دھوکہ لگا ہے کہ عبدالمغیث نے یزید کے مناقب میں کتاب لکھی ہے؛ لیکن کیا واقعی عبدالمغیث نے جو کتاب لکھی وہ یزید کے مناقب میں تھی اور اس میں فسقِ یزید کا انکار کیا گیا تھا؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے عبدالمغیث کے کتاب لکھنے کا پسِ منظر سمجھ لیجئے۔

محدث ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار انھوں نے بغداد کی ایک مجلس میں برسرِ منبر حاضرین کے ساتھ مل کر یزید پر لعنت کی، یہ دیکھ کر وہاں موجود عبدالمغیث حربی ناراض ہوکر مجلس سے چلے گئے اور پھر انھوں نے میرے رد میں کتاب لکھی جس میں انھوں نے حضرت حسینؓ کے مقابلے یزید کی حمایت کی اور میرا رد کیا کیونکہ میں نے حضرت حسینؓ کی حمایت کی تھی اور یزید کی برائی کی تھی۔ (ملخصاً۔ الرد علی المتعصب العنید ص ۳۴ تا ۳۹)

ابن جوزیؒ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ عبدالمغیث؛ یزید پر لعنت سن کر ناراض ہوئے تھے اور پھر لعنت کے رد میں ہی انھوں نے کتاب لکھی ہے، ان کی کتاب کا فسق یزید سے کوئی لینا دینا نہیں، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ عبدالمغیث نے یزید کے فضائل میں کتاب لکھی ہے انھیں شاید عبدالمغیث کے متعلق ابن جوزی کے اس کلام سے دھوکہ لگا ہے "**تعصب لیزید علی الحسین** رضی اللہ عنہ **و صنف مصنفاً ینصر فیه یزید**" سے دھوکہ لگا ہے، یزید کی نصرت سے مراد یہاں مطلقاً نصرت نہیں؛ مسئلہ لعن میں نصرت مراد ہے، جیسا کہ کتاب کے پسِ منظر سے معلوم ہوتا ہے۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے بیان فرمایا ہے کہ: ایک بار عبدالمغیث؛ امام احمد بن حنبلؒ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائے، اتفاق سے وہاں ان کی ملاقات خلیفہ ناصر سے ہوگئی، خلیفہ نے ان سے پوچھا: انت

عبدالمغیث الذی صنف مناقب یزید؟ کیا آپ وہی عبدالمغیث ہیں جنھوں نے مناقب یزید لکھی ہے؟ عبدالمغیث نے کہا: معاذ اللہ ان اقول ان لہ مناقب و لکن مذهبی ان الذی هو خلیفة المسلمین اذا طرأ علیه فسق لا یوجب خلعه۔ اللہ کی پناہ جو میں یہ کہوں کہ یزید کے بھی مناقب ہوسکتے ہیں، لیکن میرا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ سے فسق و فجور کا ظہور ہوجائے تو اس کی بیعت فسخ نہیں کرنی چاہئے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ ۲ / ۳۵۰)۔ اس حکایت میں عبدالمغیث نے خلیفہ کے سامنے صراحت کے ساتھ اس بات کی تردید کردی ہے کہ انھوں نے یزید کی منقبت میں کچھ لکھا ہے بلکہ انھوں نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ معاذ اللہ ان اقول ان لہ مناقب۔ اللہ کی پناہ جو میں یہ کہوں کہ یزید کے مناقب ہیں، پتہ چلا کہ عبدالمغیث نے فقط لعنِ یزید کا انکار کیا تھا، یزید کی تعدیل وتوثیق یا انکارِ فسق میں ایک لفظ بھی ان سے ثابت نہیں، جبکہ تعدیل کی نفی ثابت ہے۔ اگر کسی کو اصرار ہو تو عبدالمغیث کی عبارت سے ثابت کرکے دکھائے۔

خلاصہ یہ کہ محض انکارِ لعن کے سبب عبدالمغیث حربیؒ کو مانعینِ فسق میں شامل کرنا سراسر زیادتی ہے؛ جبکہ ان سے صراحت کے ساتھ انکارِ تعدیل وتوثیق ثابت ہے۔

(۴) علامہ نورالدین رامپوری

محض نمبر بڑھانے کے لئے نورالدین رامپوری جیسے لوگوں کو اہلسنت کے مقتدر وجلیل القدر علماء کی فہرست میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے، ٹھیک ہے نورالدین رامپوری نے یزید کی حمایت کی ہے لیکن کیا فقط حمایتِ یزید کے سبب ہر ایرے غیرے کو مقتدر علماء کی صف میں شامل کرلیا جائے گا؟

جس نزہۃ الخواطر سے آپ نے یہ نقل کردیا کہ نورالدین رامپوری یزید کے حامی تھے اور فسق کے انکاری تھے؛ اسی نزہۃ الخواطر میں یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ صاحبِ نزہہ نے ایک لفظ بھی ان کی تعریف میں نہیں لکھا؛ بلکہ ان کے اوپر شدید جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”لم

تکن له خبرة بالکتاب و السنة" یہ جناب قرآن وسنت سے بالکل نابلد تھے۔ نیز فقط حمایتِ یزید کے سبب آپ نے انھیں اپنی صف میں شامل کرلیا جبکہ یہ نہیں بتایا کہ وہ یزید کی تفسیق کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں: **یزید بن معاویة کان خیراً من جمیع الناس فی زماننا**۔ یزید ہمارے زمانے میں تمام لوگوں سے افضل و بہتر ہے۔(نزہۃ الخواطر ص ١١٢٩ رقم الترجمہ ٩٨١)

بتایئے! جس شخص کا کوئی علمی مقام نہ ہو اور مترجم خود جسے کتاب وسنت سے بالکل نابلد بتا رہا ہو اس شخص کی رائے کو اہلسنت کے متفقہ و اجلہ علماء کے مقابل پیش کرنا کیا تہذیب و ادب کے خلاف نہیں؟ پھر وہ تو یزید کو فاسق کہنے والوں کے کفر کا فتوی دے رہے ہیں؛ کیا آپ کا بھی یہی نظریہ ہے؟

(۵) علامہ دستی

علامہ ابن تیمیہؒ نے "الدستی" کا تذکرہ تو کیا ہے؛ لیکن یہ کون بزرگ ہیں اور ان کی عبارت کہاں ہے اور کیا ہے کچھ نہیں پتہ، اس لئے جب تک شخصیت کی تعیین اور حیثیت واضح ہوکر اصل عبارت سامنے نہ آجائے تب تک فقط نمبر بڑھانے کے لئے تو علامہ دستی کا استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن انصاف کے نظریے سے حتمی و یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

(٦) محدث کبیر مولانا حبیب الرحمان اعظمیؒ

بیشک مولانا اعظمیؒ نے فسقِ یزید کا انکار کیا ہے اور دیوبندی جماعت میں آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فسق یزید سے اختلاف کیا، ورنہ آپ سے پہلے کسی بھی معتبر دیوبندی عالم سے فسق کا انکار ثابت نہیں۔

(۷) مولانا منظور نعمانی صاحبؒ

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے کہیں بھی نہ تو یزید کی تعدیل و توثیق کی اور نہ فسق کا انکار

کیا، اگر کسی کے پاس مولانا نعمانیؒ کی کوئی ایسی عبارت ہو تو پیش کرے ورنہ خوامخواہ مغالطہ دینا اچھی بات نہیں۔

نوٹ۔ مولانا عتیق سنبھلی صاحب کی کتاب "واقعہ کربلا" پر مولانا نعمانیؒ کی تقریظ سے کوئی ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرے؛ کیوں کہ یہ کتاب ہمارے مطالعے میں ہے، اس کتاب میں صرف واقعہ کربلا کے متعلق بحث ہے، یزید کی جانب منسوب دیگر برائیوں سے اثباتاً یا نفیاً اس میں کوئی تعرض نہیں کیا گیا، خود مصنف نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے: حضرت معاویہؓ کی زندگی تک بلکہ حضرت حسینؓ کی زندگی تک بھی جو حضرت معاویہؓ کے بعد بس چھ مہینے اور تھی یزید کے اندر فسق و فجور کہلانے والی بات کی شہادت نہیں ملتی (اس بات پر حاشیہ میں لکھا: اور ہماری ساری گفتگو اسی وقت کے بارے میں ہے اس کے بعد کا دور ہماری کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔) (واقعہ کربلا ص ۲۸۸)

خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ سے تردیدِ فسق ہرگز ثابت نہیں۔

معاصر علماء سے تردیدِ فسق

ان سات بزرگوں کے بعد محض نمبر میں اضافے کے لئے چار معاصر علماء کے نام لکھے گئے ہیں، ہمیں اسلاف کے اقوال ونظریات کی روشنی میں بحث کا فیصلہ کرنا تھا معاصرین کے اقوال کی روشنی میں نہیں، اس لئے ان آخری کے چار معاصر علماء کے نظریات ہماری بحث سے خارج ہیں۔

متقدمین میں کسی سے بھی تردیدِ فسق ثابت نہ ہو سکا

خلاصہ یہ کہ جن سات بزرگوں کو عدمِ فسق کے قائلین کے طور پیش کیا گیا ہے ان میں سے متقدمین میں صرف ابن العربی ہیں جن کی عبارات سے فسق کی تردید ہوتی ہے؛ لیکن ان کی کتاب میں تحریفات والحاقات کی بھرمار ہے (جیسا کہ محقق نے وضاحت کی

ہے) اور وہ یزید کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ یا پھر پندرھویں صدی میں جا کر ایک محدث اعظمی ہیں جن سے تردید فسق ثابت ہے، ان کے علاوہ کسی بھی بزرگ سے فسق کی تردید ثابت نہیں ہو سکی۔ آج کے معاصرین علماء ہماری بحث سے خارج ہیں۔

تفسیق یزید سے سکوت کرنے والے حضرات

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

”اہل سنت کا دوسرا قول سکوت کا ہے۔ اس کے قائلین مندرجہ ذیل ہیں: 1۔ امام احمد ابن حنبل (امام صاحب کی طرف جو لعنت وغیرہ اقوال منسوب ہے امام صاحب نے اس سے رجوع کر لیا تھا، آپ کی وفات سے تین دن قبل جو اقوال آپ سے نقل کئے گئے تھے اس میں یزید کے سلسلے میں سکوت تھا) 2۔ سکوت کو علامہ ابن تیمیہ نے اصحاب امام احمد اور اس کے علاوہ بہت سارے مسلمانوں کی رائے قرار دی ہے۔ 3۔ امام مجد الدین عبد السلام ابن تیمیہ ۔۔۔۔ جد امجد علامہ ابن تیمیہ بحوالہ مجموع الفتاوی 4۔ علامہ احمد بن مصطفی متوفی 922 ھجری 5۔ موجودہ دور کے محتاط علماء کا قول بھی سکوت ہے۔ 6۔ دار العلوم دیوبند کا بھی حالیہ فتوی سکوت کا ہے۔“ (محاکمہ ص ۳)

سکوت کرنے والے حضرات کے اقوال کا جائزہ

اہلسنت کے متقدمین ومتأخرین میں کوئی ایک بھی معتمد و معتبر شخصیت فسقِ یزید کے باب میں سکوت کی قائل نہیں ہے، جہاں سکوت کا تذکرہ ہے وہاں دیگر آثار و قرائن اور سیاق وسباق کی روشنی میں یقینی طور پر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہاں فسقِ یزید سے سکوت مراد نہیں ہے؛ بلکہ تکفیر یزید یا لعنِ یزید سے سکوت مراد ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض لوگ جان بوجھ کر اور بعض لوگ غلط فہمی کی وجہ سے اُس سکوت کو فسق پر محمول کر لیتے ہیں۔ سکوت کے قائلین میں جن حضرات کے نام پیش کئے گئے ہیں اُن کی اصل عبارات کی روشنی میں بہت آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

”امام صاحب کی طرف جو لعنت وغیرہ اقوال منسوب ہے امام صاحب نے اس سے رجوع کرلیا تھا، آپ کی وفات سے تین دن قبل جو اقوال آپ سے نقل کئے گئے تھے اس میں یزید کے سلسلے میں سکوت تھا“

فرضی دعویٰ

وفات سے تین دن قبل امام احمد بن حنبلؒ کے لعنت وغیرہ کے اقوال سے رجوع کی یہ کہانی کفایت اللہ سنابلی وغیرہ بعض ناصبی معاصرین کی بنائی ہوئی ہے، یہ ایک ایسا عجیب و غریب انکشاف ہے جس سے امام صاحبؒ کے تلامذہ اور مقلدین و متبعین بھی آج تک بے خبر تھے، ہم مفتی صاحب سے کہنا چاہیں گے کہ اس طرح کے فرضی دعوے آپ کے شایان شان نہیں ہیں، سنابلی جیسے محققین کو سند و حجت سمجھنے کے بجائے کاش آپ نے از خود تحقیق کی ہوتی؛ تو یہ غلطی نہ ہوتی۔ اگر کوئی اس دعوے کو صحیح و درست سمجھنے کا مدعی ہے تو اسے چاہئے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے صحیح سند کے ساتھ اس بات کو ثابت کرے۔ دیدہ باید

امام احمد بن حنبلؒ کا موقف

امام ابوبکر الخلالؒ روایت کرتے ہیں:

اخبرنی محمد بن علی قال: ثنا مهنی قال: سألت احمد عن یزید بن معاویة بن ابی سفیان، قال: هو فعل بالمدینة ما فعل، قلت: و مافعل؟ قال: قتل بالمدینة من اصحاب النبی ﷺ و فعل، قلت و ما فعل؟ قال: نهبها، قلت: فیذکر عنه الحدیث؟ قال: لایذکر عنه الحدیث و لا ینبغی ان یکتب عنه حدیثاً۔ الخ۔ مهنی

مھنیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے یزید بن معاویہ کے بارے میں پوچھا تو آپؒ نے فرمایا: یہ وہی تو یزید ہے جس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ وہ سب کیا (جو مشہور ہے)، میں نے پوچھا: اہلِ مدینہ کے ساتھ کیا کِیا؟ آپؒ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کا قتلِ عام کیا، میں نے پوچھا: اور کیا کِیا؟ آپؒ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں لوٹ مار مچائی، میں نے پوچھا: کیا اس سے حدیث روایت کر سکتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: نہ اس سے حدیث روایت کر سکتے اور نہ ہی اس کی سند والی احادیث لکھنی چاہیئے۔ (السنۃ للخلال رقم ۸۴۵۔ اسنادہ صحیح)

اس صحیح السند روایت کو ہی تمام محققین علماء نے بالاتفاق امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بتایا ہے اور اسی روایت کی بنیاد پر تمام محدثین نے بالاتفاق روایت حدیث میں یزید کو "لیس بأهل ان یروی عنه" قرار دیا ہے، اس روایت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ یزید کو قاتل و ظالم سمجھتے تھے۔

البتہ یزید کو ظالم و فاسق مان لینے کے بعد اس بات میں امام احمدؒ کے متبعین کا اختلاف ہوا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟ امام صاحبؒ سے اس بابت دونوں طرح کی روایات نقل کی گئی ہیں، امام صاحبؒ کے شاگرد ابوطالب کی روایت ہے کہ لعنت سے سکوت بہتر ہے؛ جبکہ آپؒ کے صاحبزادے صالح کی روایت ہے کہ لعنت جائز ہے۔ حنابلہ میں سے ابوبکر الخلالؒ، عبدالعزیز بن جعفر المعروف غلام الخلال، قاضی ابویعلیٰؒ الفراء، ابوالحسین بن ابی یعلیٰؒ اور ابن جوزیؒ جیسے اکابر واساطین نے جوازِ لعنت کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اسے ہی امام احمدؒ کا مذہب بتایا ہے نیز لعنت سے امساک والی روایت کی تاویل کی ہے (دیکھئے۔ الرد علی المتعصب العنید ص ۴۳)۔ جبکہ حنابلہ میں سے عبدالمغیث حربی نے جوازلعنت کی روایت کو رد کیا ہے اور امساک عن اللعنۃ والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ لعنت والی روایت رد کرنے پر محدث ابن جوزیؒ نے عبدالمغیث حربی کی زبردست کھنچائی کی ہے،

فرماتے ہیں: **ینبغی ان یعلم ان ابابکر الخلال و صاحبه عبدالعزیز و القاضی ابا یعلی و ابنه ابا الحسین اعرف بالمذهب منک و قد ذکرنا روایتهم و اخبارهم، فان کنت ماسمعت بذلک فاسمع و انظر فی کتبهم تری جواز ذلک و قد لعن احمد بن حنبل من یستحق اللعن۔ الخ۔** (اے عبدالمغیث آپ کے لئے) یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ ابوبکر خلال، ان کے صاحب عبدالعزیز، قاضی ابویعلی، ان کے بیٹے ابوالحسین؛ امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کو آپ سے زیادہ جانتے تھے اور ان سب کی روایتیں ہم نے ذکر کردی ہیں، اگر آپ نے اب تک اس بارے میں نہ سنا ہوتو اب سن لو اور ان (اکابرینِ حنابلہ) کی کتابیں دیکھ لو تمہیں (یزید کو) لعن کا جواز نظر آجائے گا، اور یہ بھی نظر آجائے گا کہ امام احمد بن حنبلؒ سے مستحقینِ لعنت کو لعنت کرنا ثابت ہے۔(الرد علی المتعصب العنید ص ۷۳، ۷۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اکابرین حنابلہ کے نزدیک امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب جوازِ لعنت ہے، صرف عبدالمغیث حربی نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن اکابرین کی ایک جماعت کے مقابلے اکیلے عبدالمغیث حربی کی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔

آخر میں جا کر امام ابن تیمیہؒ نے بھی امام احمدؒ کی جوازِ لعن کی روایت کو منقطع بتا کر رد کرنے کی کوشش کی؛ لیکن ظاہر ہے جب یہ روایت حنبلی مذہب کے اکابرین و اساطین کے نزدیک مقبول ہے تو سند پر کلام بے سود ہے، کتب فقہ میں ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال صحیح سند سے ثابت نہیں ہوتے، ان کے صحیح وثابت ہونے کا یہی پیمانہ ہوتا ہے کہ فقہاء نے ان پر اعتماد کیا ہے یا نہیں، اگر فقہاء نے اعتماد کیا ہو تو سند کا مطالبہ کوئی نہیں کرتا اور نہ کتب فقہ میں منقول ہر ہر قول کی سند دکھائی جاسکتی ہے۔ اس لئے آخری زمانے میں ابن تیمیہؒ کا سند کو بہانہ بنا کر صالح بن احمد کی جواز لعن والی روایت کو رد کرنا ہرگز مسموع نہیں۔

خلاصہ یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یزید کا ظالم وفاسق ہونا تو متفق علیہ ہے؛ البتہ

لعن میں اختلاف ہے، حنابلہ کی اکثریت جوازِ لعن کو امام صاحبؒ کا مذہب بتاتی ہے اور ایک آدھ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس لئے بغیر کسی ثبوت و دلیل کے یہ دعوی کرنا کہ امام احمدؒ نے فسقِ یزید سے رجوع کرلیا تھا؛ تحکم کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) اصحابِ امام احمدؒ کا مذہب

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"سکوت کو علامہ ابن تیمیہؒ نے اصحابِ امام احمدؒ اور اس کے علاوہ بہت سارے مسلمانوں کی رائے قرار دی ہے"

امام ابن تیمیہؒ نے یہاں سکوت کا لفظ استعمال نہیں کیا، ہم سیاق و سباق کے ساتھ ابن تیمیہؒ کی مکمل عبارت پیش کردیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"وفرقة لاتسبه ولاتحبه وهذا هو المنصوص عن الامام احمد وعليه المقتصدون من اصحابه وغيرهم من جميع المسلمين، قال صالح بن احمد: قلت لابی ان قوماً يقولون انهم يحبون يزيد، فقال: يا بنی! وهل يحب يزيد احد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقلت: يا ابت فلماذا لاتلعنه؟ فقال: يا بنی ومتی رأيت اباک يلعن احداً، وقال مهنا: سألت احمد عن يزيد بن معاوية بن ابی سفيان، قال: هو فعل بالمدينة ما فعل، قلت: وما فعل؟ قال: قتل بالمدينة من اصحاب النبی ﷺ وفعل، قلت وما فعل؟ قال: نهبها، قلت: فيذكر عنه الحديث؟ قال: لايذكر عنه الحديث ولاينبغی ان يكتب عنه حديثاً" (فتاوی ابن تیمیہ ۴/۴۸۳)

ظاہری الفاظ اور سیاق و سباق کی روشنی میں یہاں "سبّ" سے مراد فسق نہیں؛ لعنت ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس قول کے ثبوت میں ابن تیمیہؒ نے امام احمدؒ کی جو دو روایتیں ذکر کی ہیں ان میں لعنت کا انکار اور ظلم و قتل (فسق) کا اقرار ہے۔ اگر ابن تیمیہؒ

کے اس کلام کا مطلب سکوت عن الفسق لیا جائے تو ابن تیمیہؒ کے دعوے اور دلیل میں تضاد ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ ابن تیمیہؒ نے جس بات کو اصحاب احمد اور بہت سارے مسلمانوں کی رائے قرار دیا ہے وہ اقرارِ فسق کے ساتھ سکوت عن اللعن ہے، ابن تیمیہؒ کے کلام سے سکوت فسق مراد لینا سراسر غلط اور "توجیه القول بما لا یرضی به قائله" کی قبیل سے ہے۔

(۳) امام مجد الدین عبد السلام ابن تیمیہؒ

مفتی صاحب نے فتاوی ابن تیمیہ کے حوالے سے مجد الدین ابن تیمیہؒ کی طرف بھی سکوتِ فسق کے قول کو منسوب کیا ہے؛ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مجد الدینؒ بھی سکوت فسق کے نہیں ؛سکوت لعن کے قائل ہیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن تیمیہؒ نے انھیں اس جماعت میں شامل کیا ہے جس کا تذکرہ اس سے پہلے گذارا (اصحاب امام احمد کی جماعت)۔ ملاحظہ ہو۔ فتاوی ابن تیمیہ ۴ / ۴۸۳) اور اس جماعت کے بارے میں ابن تیمیہؒ کے کلام سے ہی ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ فسق کی نہیں لعن کی منکر ہے۔

(۴) علامہ احمد بن مصطفی متوفی 922

مفتی صاحب نے علامہ احمد بن مصطفی نامی ان بزرگ کو بھی قائلین سکوت میں شامل کیا ہے؛ جبکہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کی عبارت کیا ہے اور کہاں ہے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا، لہذا بغیر حوالے وثبوت کے اس طرح کے بزرگ فقط نمبر میں اضافہ کر سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔

(۵) موجودہ دور کے محتاط علماء

فسقِ یزید سے سکوت کے قائلین میں اکابرین واسلاف میں تو مفتی صاحب کو فقط دو تین نام ملے ؛ اور ہم نے ان دو تین کی بھی اصل عبارات کی روشنی میں واضح کر دیا کہ ان کی عبارات سے بھی فسق سے سکوت ثابت نہیں ہوتا، اب مفتی صاحب موجودہ دور کے علماء پر

آ گئے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"موجودہ دور کے محتاط علماء کا قول بھی سکوت ہے"

مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمیں اس بحث کا فیصلہ اکابرین واسلاف کی عبارات ونظریات کی روشنی میں کرنا ہے؛ چونکہ موجودہ دور کے علماء بھی اکابرین واسلاف ہی کے عقائد ونظریات کے پابند ہیں، اس لئے موجودہ دور کے علماء کی آراء ہماری بحث سے خارج ہیں؛ لیکن چونکہ مفتی صاحب نے اپنی عبارت سے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ دور کے سبھی محتاط علماء فسق یزید سے سکوت کرتے ہیں، اس لئے اس غلط فہمی یا تأثر کو دور کرنے کے لئے ہم موجودہ دور کے دونوں ملکوں کے چند ایسے مشاہیر ومحقق علماء کے نام پیش کرتے ہیں جو فسقِ یزید کے قائل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور۔ (الدر المنضود ۴ / ۳۰۲)

(۲) نائب امیر الہند حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ استاذ حدیث دار العلوم دیوبند۔ (کتاب النوازل ۲ / ۵۵۹)

(۳) حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ مفتی وشیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد۔ (فتاوی قاسمیہ ۲ / ۴۰۰)

(۴) ترجمان دیوبندیت حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی صاحب مدظلہ۔ (شہید کربلا اور کردار یزید)

(۵) محقق العصر حضرت مولانا مفتی اسعد قاسم سنبھلی صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ شاہ ولی اللہ مرادآباد (مقدمہ محرم پر ماتم ص ۱۱)

(۶) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ ۔ (تکملہ فتح الملہم ۳ / ۹۷ ۳۔ انعام الباری ۷ / ۴۸۵۔ فتاویٰ عثمانی ۱ / ۱۹۳)

(۷) حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب مدظلہ امیر جمعیت علماء اسلام (ویڈیو بیان)

(۸) حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

(۹) حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان وناظم وفاق المدارس پاکستان

(۱۰) متکلمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ (مطبوعہ فتوی و ویڈیو بیان)۔۔۔

تلک عشرۃ کاملہ

بطور نمونہ دونوں ملکوں کے دس مشاہیر ومحقق علماء کے نام ہم نے پیش کئے ہیں اور بحمد اللہ یہ سب فسقِ یزید کے قائلین میں ہیں، ان کی صاف ستھری عبارتوں کے حوالجات ہم نے رقم کردیئے ہیں، اب مفتی صاحب ان علماء کے متعلق فیصلہ کریں کہ کیا موجودہ دور کے محتاط علماء میں ان کا شمار ہے یا نہیں؟

دار العلوم دیوبند کا حالیہ فتویٰ

مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"دار العلوم دیوبند کا بھی حالیہ فتوی سکوت کا ہے"

ہمارے سامنے دار العلوم دیوبند کے معتمد ومتفق علیہ مفتیان کرام (مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ، مفتی مہدی حسن صاحبؒ، مفتی نظام الدین صاحبؒ، مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ وغیرہ) کے درجنوں فتاویٰ موجود ہیں جن میں فسق یزید کی صراحت ہے، یہ فتاوی مطبوعہ ہیں اور ایک عرصے سے عوام وخواص میں مقبول ومتداول ہیں، اس لئے ہمارے نزدیک یہی حجت ہیں، موجودہ دور کا متنازعہ فتوی ہماری بحث سے خارج ہے۔ نیز دار العلوم کے حالیہ فتوے کو "سکوت" کا قرار دینا بھی محل نظر ہے؛ کیونکہ یہ فتوی صراحت کے ساتھ یزید کی

تعدیل وتوثیق پر مبنی ہے۔

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ سکوت کی تائید میں مفتی صاحب نے جتنے حوالے دیئے تھے وہ سب ہباءً منثوراً ثابت ہوئے اور کسی ایک سے بھی مفتی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوسکا۔ فالحمدللہ

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ کا موقف

چونکہ مفتی شکیل صاحب نے اپنی تحریر میں حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کا نام استعمال کیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مفتی صاحب بھی فسقِ یزید سے اختلاف رکھتے ہیں؛ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت کی چند تصریحات پیش کردی جائیں تاکہ قارئین کرام کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ یزید کو حدیث مغفور یا حدیث قسطنطنیہ کا مصداق نہیں مانتے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حوالے سے مغفرت کو سابقہ گناہوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت کی عبارت:

> ”جو حدیث منسلکہ پرچہ میں نقل کی گئی ہے وہ صحیح بخاری میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ پھر علماء نے اس پر کلام کیا ہے کہ اس لشکر سے کون سا لشکر مراد ہے؟ جہاں تک پہلے سمندری جہاد کا تعلق ہے اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں انجام پایا ہے، البتہ قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہونے والا لشکر کون سا تھا؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سفیان بن عوفؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا تھا جس میں حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابوایوب الانصاریؓ

موجود تھے اور اسی میں حضرت ابوایوبؓ کی وفات ہوئی۔ علامہ عینیؒ نے اس قول کو زیادہ راجح قرار دیا ہے؛ **قلت الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا و لم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هؤلاء السادات فى خدمته۔** یہ زیادہ ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان کے ساتھ ہوں گے یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں کیونکہ وہ اس بات کا اہل نہ تھا کہ یہ حضرات صحابہؓ اس کی خدمت میں رہیں۔ (عمدۃ القاری ص ۱۹۸، ۱۹۹ ج ۱۴ ادارۃ الطباعۃ المنیر ۃ، وکذا فی طبع دار الفکر) لیکن تاریخی طور پر یہ قول زیادہ مشہور ہے کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں ہوا ہے۔ اس سے بعض علماء نے یزید بن معاویہ کی فضیلت اخذ کی ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ، علامہ بدر الدین عینیؒ اور دوسرے علماء محققین نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں ایک عام حکم دیا گیا ہے کسی فرد کی تخصیص نہیں، لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے اسباب کی بناء پر اس عام حکم سے خارج ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۸) گویا یہ ایسا ہی ہے جیسے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔۔۔۔۔ لیکن اس فضیلت کی بنا پر اس کے دوسرے ناجائز افعال کا جواز تلاش نہیں کیا جاسکتا، یزید بن معاویہ نے اگر اس جہاد میں شرکت کی یا اس کی سربراہی کی تو بلاشبہ اس کا یہ عمل نیک اور باعث اجر ہے لیکن اس نیک عمل سے ان ناجائز افعال کا جواز ثابت نہیں

کیا جاسکتا جو اس نے اپنے عہدِ حکومت میں انجام دیئے ۔۔۔۔
اس نے اپنے عہد میں بلاشبہ بعض ناجائز افعال کئے ان افعال کو ناجائز قرار دیا جائے گا، اس کے بعد معاملہ اللہ کے ساتھ ہے وہ چاہے تو مغفرت کردے اور چاہے تو سزا دے۔ الخ (فتاویٰ عثمانی جلد 1 صفحہ 193 کتاب السیر والمناقب)

اسی حدیث کی شرح میں ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "تراجم بخاری" میں اس بارے میں سب سے معتدل بات فرمائی ہے، انہوں نے فرمایا: کہ مغفور لھم سے مراد یہ ہے کہ جو بھی اس لشکر میں شامل ہوگا اس کے سابق گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی، لہٰذا جو بھی اس لشکر میں شامل تھے سب کے سابق گناہوں کی مغفرت ہوگئی، لیکن اگر اس کے بعد کسی نے غلط اقدام کیا ہے تو وہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے، اس لئے اگر یزید سے کچھ غلطیاں بعد میں سرزد ہوئیں اور اس کے معاملات میں کچھ خلاف شریعت امور ظاہر ہوئے تو یہ بعد کی بات ہے اور مغفور لھم کا معاملہ ماقبل سے متعلق تھا" (انعام الباری ۷ / ۴۸۵)

تکملہ فتح الملہم میں بھی اس حدیث کی شرح میں آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے حوالے سے تقریباً یہی بات فرمائی ہے کہ اگر یزید کو غزوۂ قسطنطنیہ میں شامل مانا جائے تو بھی مغفرت سے مراد صرف غزوے میں شامل ہونے سے پہلے کے گناہوں کی مغفرت مراد ہوگی نہ کہ ان امورِ قبیحہ کی جن کا ارتکاب یزید نے بعد میں کیا ہے۔ ملخصاً (تکملہ فتح الملہم ۳ / ۳۷۹)

بخاری و مسلم وغیرہ کی متعدد روایات (ھلاک امتی علی ایدی غلمۃ من قریش۔

يهلک امتی هذاالحی من قريش۔ اللهم لاتدرکنی سنة ستين۔ وغيره) میں؛امت کوتباہ کرنے والے جن کم عمر فتنین وشریر حکمرانوں کی خبر دی گئی ہے مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے نزدیک ان سے مراد یزید بن معاویہ اوراس کے جیسے شریر حکمراں ہیں۔ چنانچہ ان روایات کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں:

"واخرج ابن ابی شيبة ان اباهريرة كان يمشی فی السوق و يقول: اللهم لاتدرکنی سنة ستين ولا امارة الصبيان، و فی هذا اشارة الی ان اول الاغيلمة كان فی سنة ستين، و لذلک ذهب جمع من العلماء الی ان اول الاغيلمة المذكورين فی الحديث يزيد بن معاوية فانه استخلف فيها وقد روی البخاری ان اباهريرة قال بعد رواية حديث الباب۔ لو شئت ان اقول: بنی فلان و بنی فلان لفعلت۔ وهذا يدل علی انه كان يعرف اسماءهم و لكنه لم يحدث بها و ذلک لما اخرجه البخاری فی العلم (رقم ۱۲۰) عنه انه قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعائين فاما احدهما فبثثته و اما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم" (تکملہ فتح الملہم ۲۶۲/۶)

ایک سوال کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

"یزید کے بارے میں یہ عقیدہ کافی ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ غلط تھا، لیکن اس پر لعنت بھیجنا اہل سنت کا عقیدہ نہیں" (فتاوی عثمانی ۱/ ۳۰۸)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"بیشک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو واقعہ پیش آیا اس کی ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان کا

یہ عمل خلاف شرع تھا ان کے اس عمل کو غلط کہا جائے گا، لیکن مغفرت ہو گی یا نہیں؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے" (انعام الباری ۷/ ۴۸۶)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"یزید ایک سلطان متغلب تھا، شرعاً اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ پورا کنٹرول حاصل کر چکا ہو تو اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے گا، اور اگر اس کا غلبہ روکنا ممکن ہو تو روکنے کی کوشش کی جائے، حضرت حسینؓ سمجھتے تھے کہ اس کا غلبہ روکنا ممکن ہے اس لئے وہ روانہ ہو گئے اور دوسرے صحابہ کا خیال تھا کہ اب اس کے غلبے کو روکنا استطاعت میں نہیں اور اس کو روکنے کی کوشش میں زیادہ خون ریزی کا اندیشہ ہے، اس لئے وہ خود بھی خاموش رہے اور حضرت حسینؓ کو بھی اپنے ارادے سے باز آنے کا مشورہ دیا" (فتاوی عثمانی ۱/ ۱۸۰)

شیخ الاسلام مدظلہ کی ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شامل ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بعد میں اپنے زمانہ حکومت میں یزید نے جو جرائم کئے انھیں جائز ثابت کر دیا جائے۔ جن احادیث میں کم عمر شریر لونڈوں کے ہاتھوں امت کی تباہی کی پیشین گوئی کی گئی ہے ان کا مصداقِ اول یزید ہے۔ یزید حضرت حسینؓ کی شہادت کا ذمہ دار ہے، اس کا یہ عمل خلاف شرع و غلط تھا۔ یزید سلطانِ متغلب تھا، ایسے شخص کا جب تک غلبہ روکنا ممکن ہو روکنا چاہئے۔ حضرت حسینؓ اور دیگر صحابہ کی نظر میں بھی یزید کی حیثیت سلطانِ متغلب ہی کی تھی۔

ان تمام تفصیلات کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب یزید کو پارسا سمجھتے ہیں یا فسق کے قائل نہیں؛ جہالت و حماقت ہی ہو سکتی ہے، مفتی تقی صاحب نے یزید کے متعلق جن امور کو ثابت مانا ہے کیا ان امور کا مرتکب شرعی اعتبار سے فاسق نہیں ہو گا؟

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے یزید کی طرف منسوب شراب نوشی وزنا کاری کی بعض روایات کو غیر ثابت کہہ دیا تو حامیانِ یزید اچھل پڑے اور مفتی صاحب مدظلہ کو اپنی صف میں شمار کرنے لگے، ایسے لوگوں سے درخواست ہے کہ ہم نے جو عبارات پیش کی ہیں ان کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں۔

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فسق یزید کے قائل ہیں اس کا بڑا و کھلا ثبوت یہ بھی ہے کہ پاکستان کے مشہور و معروف عالمِ دین حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے فسقِ یزید کے ثبوت میں " خارجی فتنہ " کے نام سے ایک مفصل و مدلل اور ضخیم کتاب لکھی اور مفتی تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں بھی بھیجی، مفتی صاحب نے اس کتاب پر اپنا تبصرہ درجِ ذیل الفاظ میں رقم فرمایا:

" مخدوم گرامی قدر حضرت قاضی مظہر حسین مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت تمام ہوں، آمین۔ آپ کی طرف سے مختلف قراردادیں اور پمفلٹ آپ کی کرم نوازی سے موصول ہوتے رہتے ہیں، چونکہ ان میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہوتی اس لئے جواب نہیں دیتا، لیکن ان سے جناب کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہتا ہے اور دعا گو بھی رہتا ہوں اللہ تعالی جناب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

تازہ کتاب " خارجی فتنہ جلد اول " موصول ہوئی، سرسری طور پر دیکھی دل بہت خوش ہوا آپ نے مسلک حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے، آج کل اس معاملے میں جو افراط وتفریط چل رہی ہے آپ نے اس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا ہے وہی

علماء حق کا طریقہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، یہ عریضہ محض اپنے جذبات کے اظہار کے لئے لکھا ہے اس کی اشاعت مقصود نہیں۔ والسلام" ۱۹ / ۵ / ۱۴۰۳

اسی طرح حضرت مولانا اسماعیل ریحان صاحب مدظلہ نے "تاریخ امتِ مسلمہ" تصنیف فرمائی اور اس کی دوسری جلد میں نہایت مفصل و مدلل انداز میں فسقِ یزید پر کلام فرمایا اور یزید کے فسق کو اہلِ سنت کا اتفاقی نظریہ ثابت کیا، حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے تاریخ امتِ مسلمہ کے اس خاص حصے (جس میں فسق یزید کی بحث ہے) کا مطالعہ فرما کر اپنے تأثرات درج ذیل الفاظ میں رقم فرمائے:

"آج کل اسفار و اشغال کے ہجوم میں مجھے اپنے شوق کی کتابیں پڑھنے کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ لیکن اس کتاب نے کچھ عرصے کے لئے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ کے زمانے تک حالات پہ کتاب باستیعاب دیکھی اور میری خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ اللہ کے خاص فضل و کرم سے تاریخ امت مسلمہ کے اس نازک دور کے بارے میں انہوں نے جس طرح روایات کی تحقیق کر کے اس جھاڑ جھنکاڑ سے حقیقت کا استخراج کیا ہے وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خصوصی فیضان ہے۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب نے اس کتاب میں مذکورہ بالا اصول کو جس محققانہ انداز میں مدنظر رکھ کر قرون اولیٰ کی تاریخ مرتب کی ہے وہ ان کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ اس کام کے لئے انہوں نے کام میں مواد کو چھان کر اور ہر طرح کی روایات کا دقتِ نظر سے

جائزہ لیکر واقعات کو اس منطقی ترتیب سے بیان کیا ہے کہ اُن میں کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ہماری رائے میں یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کا عربی اور انگریزی میں بھی ترجمہ ہونا چاہئے۔"
(مقدمہ تاریخ امتِ مسلمہ از۔ مفتی تقی عثمانی)

جس کتاب میں فسقِ یزید کو نہایت مفصل و مدلل انداز میں متفق علیہ ثابت کیا گیا ہے اس کتاب کی تعریف وتوصیف میں حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ رطب اللسان ہیں اور اسے حقیقت کا استخراج ومحققانہ تجدیدی کارنامہ قرار دے رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مولانا اسماعیل ریحان صاحب کے نظریہ" فسق یزید متفق علیہ ہے" سے آپ متفق ہیں،۔خیال رہے کہ اس کتاب میں فسق یزید کی بحث باستیعاب پڑھ کر ہی آپ نے یہ رائے دی ہے کیونکہ آپ نے خود فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے تک یہ کتاب باستیعاب پڑھی ہے اور اسی درمیان فسق یزید کی بحث بھی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی زیدمجدہ کے موقف کے متعلق یہ تفصیل اس لئے قلمبند کی گئی کہ بہت سارے حامیانِ یزید حضرت کی بعض عبارات سے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ فسق کے قائل نہیں ہیں، ہمارے حضرت مفتی شکیل صاحب نے بھی اپنی تحریر میں غالباً یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف

ناچیز نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ حامیانِ یزید؛ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی عبارات سے نہایت شدومد کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور ایسا باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ عدمِ فسق کے یا کم ازکم سکوت عن الفسق کے قائل ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہؒ نے نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ یزید کے ظلم وتعدی کا اعتراف کیا ہے اور صاف صاف انداز میں فاسق کہا ہے۔

بیشک ابن تیمیہؒ نے یزید کی طرف منسوب بعض جرائم کی تردید بھی کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؒ نے اسے پارسا یا عادل تسلیم کرلیا ہے، اگر ایک جگہ آپؒ نے دو چار جرائم کی تردید کی تو دوسری جگہ اس سے بھیانک جرائم کا مرتکب بھی تسلیم کیا ہے، ہم بطورِ نمونہ ابن تیمیہؒ کی چند عبارات پیش کرتے ہیں:

"واما ما فعله باهل الحرة فانهم لما خلعوه واخرجوا نوابه وعشيرته ارسل اليهم مرةٍ بعد مرةٍ يطلب الطاعة فامتنعوا فارسل اليهم مسلم بن عقبة المرى وامره اذا ظهر عليهم ان يبيح المدينة ثلاثة ايام، وهذا هو الذى عظم انكار الناس له من فعل يزيد، ولهذا قيل لاحمد: أتكتب الحديث عن يزيد؟ قال: لا ولا كرامة أو ليس هو الذى فعل باهل المدينة ما فعل؟"

جو کچھ یزید نے اہل حرہ کے ساتھ کیا وہ یہ تھا کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر و خاندان والوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تو یزید نے یکے بعد دیگرے متعدد لوگوں کو بھیج کر اہل مدینہ سے اطاعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن اہل مدینہ نے منع کر دیا، اس کے بعد یزید نے اہل مدینہ کی طرف مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ جب غلبہ ہو جائے تو مدینہ منورہ کو تین دن کے لئے حلال کر دے، یزید کے افعال میں یہی وہ سب سے بڑی وجہ ہے جس کے سبب لوگ یزید کو بہت برا سمجھتے ہیں، اسی لئے جب امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یزید کی سند سے حدیث لکھ سکتے ہیں؟ امام احمدؒ نے فرمایا: نہیں ہرگز نہیں، یزید کسی احترام کے لائق نہیں، کیا یہ وہی نہیں جس نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جو مشہور ہے۔ (منہاج السنۃ ۸ / ۵۷۵)

"ان القول فى لعنة يزيد كالقول فى لعنة امثاله من الملوك الخلفاء

وغیرهم ، ویزید خیر من غیره، خیر من المختار بن ابی عبید الثقفی امیر العراق، الذی اظهر الانتقام من قتلة الحسین رضی اللہ عنہ، فان هذا ادعی ان جبریل یأتیه، و خیر من من الحجاج بن یوسف فانه اظلم من یزید باتفاق الناس ، و مع هذا فیقال: غایة یزید و امثاله من الملوک ان یکونوا فساقاً، فلعنة الفاسق المعین لیس ماموراً بها۔ الخ"

یزید کے بارے میں لعنت کا قول ایسا ہی ہے جیسا اس کے جیسے دیگر بادشاہوں وحکمرانوں کے بارے میں ہے، حالانکہ یزید ان سے بہتر ہے، یزید؛ قاتلین حسینؓ سے انتقام لینے والے امیر اعراق مختار بن ابوعبید ثقفی سے بہتر ہے کیونکہ یہ دعوی کرتا تھا کہ میرے پاس جبریل آتے ہیں (مدعی نبوت تھا) اور یزید؛ حجاج بن یوسف سے بھی بہتر ہے، کیونکہ سب کے نزدیک حجاج؛ یزید سے بڑا ظالم تھا، اس سب کے باوجود یزید اور اس کے جیسے بادشاہوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فاسق تھے، اور فاسقِ معین کو لعنت کرنا مامور بہ نہیں ہے۔ (منہاج السنۃ ۴ / ۵۶۷)

"و اما ترک محبته فلان المحبة الخاصة انما تکون للنبیین والصدیقین والشهداء والصالحین، ولیس واحداً منهم، وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: المرء مع من احبه، و من آمن بالله والیوم الآخر لایختار ان یکون مع یزید ولا مع امثاله من الملوک الذین لیسوا بعادلین"

یزید سے محبت اس لئے نہیں کی جاتی کہ محبت ؛ انبیاء ، صدیقین، شہداء و صالحین سے کی جاتی ہے اور یزید ان چاروں جماعتوں میں کسی بھی جماعت کا فرد نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: آدمی جس سے محبت کرے گا (قیامت میں) اسی کے ساتھ ہوگا، اور جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ

ہرگز نہیں چاہتا کہ آخرت میں اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل وانصاف پسند نہیں تھے۔(فتاوی ابن تیمیہ ۴/ ۴۸۴)

"والصواب ماهو عليه الائمة من انه لا يخص بمحبة ولا يلعن، و مع هذا فان كان فاسقاً او ظالماً فان الله يغفر للفاسق و الظالم۔ الخ"

سب سے درست بات جو ائمہ مسلمین کا مذہب ہے یہ ہے کہ نہ تو یزید سے محبت کی جائے اور نہ اس پر لعنت کی جائے، اور باوجویکہ وہ ظالم یا فاسق تھا، بیشک اللہ تعالی ظالم اور فاسق کی بھی مغفرت کرسکتا ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۴۱۳)

"لكنه مع هذا لم يظهر منه انكار قتله، و الانتصار له، و الاخذ بثأره، كان هو الواجب عليه، فصار اهل الحق يلومونه على تركه للواجب مضافاً الى امور اخرى۔"

ان تمام امور کے باوجود یزید سے (اپنے گورنر کے لئے) حضرت حسینؓ کو قتل کرنے سے انکار کا حکم صادر نہیں ہوا، نہ اس نے حضرت حسینؓ کے قاتلین سے انتقام لیا، نہ ان کو گرفتار کیا؛ حالانکہ یہ (قاتلین سے انتقام وسزا) یزید پر واجب تھا، یہی وجہ ہے کہ اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کے سبب اہل حق یزید کو ملامت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد امور کی وجہ سے اسے ملامت کی جاتی ہے(فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۴۱۱)

" ان اهل المدينة النبوية نقضوا بيعته واخرجوا نوابه و اهله، فبعث اليهم جيشاً ، وامره اذا لم يطيعوه بعد ثلاث ان يدخلها بالسيف و يبيحها ثلاثاً، فصار عسكره فى المدينة النبوية ثلاثا يقتلون وينهبون و يفتضون الفروج المحرمة ، ثم ارسل جيشاً الى مكة المشرفة، فحاصرو مكة و توفى يزيد وهم محاصرون مكة ، وهذا من العدوان

والظلم الذی فعل بأمرہ"

جب شہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باشندگان نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر و خاندان کے لوگوں کو شہر بدر کر دیا تو یزید نے اہلِ مدینہ کی جانب ایک لشکر بھیجا اور اس لشکر کو حکم دیا کہ اگر اہل مدینہ تین دن تک اطاعت قبول نہ کریں تو پھر ان کے خلاف تلوار استعمال کی جائے اور مدینہ منورہ کو تین دن کے لئے حلال کر دیا جائے (یعنی لشکر والوں کو تین دن مدینہ منورہ میں قتل و غارت گری اور زنا کاری کی اجازت دیدی جائے) چنانچہ یزید کے لشکر نے تین دن تک مدینہ منورہ میں قتل، لوٹ مار، اور پاکدامن خواتین کی عصمت دری کا بازار گرم کر کے رکھا، اس واقعہ کے بعد یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لئے بھی ایک لشکر بھیجا، چنانچہ اس لشکر نے جا کر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور اسی محاصرے کے دوران یزید کے مرنے کی خبر آئی، اور یہ وہ ظلم و زیادیاں ہیں جو یزید کے حکم سے کی گئیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۴۱۲)

ان تمام صریح عبارات کی روشنی میں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک۔ یزید نے مدینہ منورہ میں تین دن لوٹ مار قتل عام اور زنا کاری کا حکم دیا۔ یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی۔ یزید سے متعدد ظلم و زیادتیوں کا صدور ہوا۔ حضرت حسینؓ کے قاتلین سے انتقام لینا یزید پر واجب تھا لیکن اس نے نہیں لیا۔ کوئی بھی مسلمان قیامت کے دن یزید کے ساتھ اپنا حشر نہیں چاہتا۔ یزید عادل حکمراں نہیں تھا۔ یزید فاسق تھا۔ وغیرہ وغیرہ

کیا تفسیق یزید کا تعلق دین وسنیت سے نہیں؟

مفتی صاحب نے اس بات پر پورا زور صرف کیا ہے کہ یہ مسئلہ محض تاریخی ہے دین و شریعت اور سنیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

"تفسیق، تکفیر اور لعن یزید کا معاملہ اصول دین میں سے بالکل نہیں ہے۔ اصول بزدوی

میں امامت کی بحث کے ذیل میں ہے لم يصح منه (يزيد) تلك الأسباب (أسباب الكفر) ولا حاجة بأحد إلى معرفة حاله، فإن الله تعالى أغنانا عن ذالك (أصول الدين للبزدوي، مسألة الإمامة 205) ابن تیمیه لکھتے ھیں: [وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ إِذْ ذَاكَ يَتَكَلَّمُ فِي يزيد بن معاوية، وَلَا كَانَ الْكَلَامُ فِيهِ مِنَ الدِّينِ (لأن يزيد بن معاوية إنما بويع له بالخلافة بعد وفاة أبيه معاوية). كتاب شرح الوصية الكبرى، لابن تيمية. الراجحي ص ۱۰) امام احمد بن حنبل اور علامہ کیا ہراسی شافعی سے تکفیر یزید کا منقول ہونا (دیکھئے فتاوی محمودیہ (6/48) بذات خود بھی دلیل ہے کہ یزید سے متعلقہ امور میں انہماک واشتغال نہ امور دین میں سے ہے نہ ہی یہ مدار سنیت ہے" (محاکمہ ص ۱۳۔ ۱۴)

"فسق یزید نہ تو کوئی فقہی مسئلہ ہے نہ دینی کہ اس کے لئے فقہی اصطلاح کے مطابق اجماع کیا جائے یہ محض ایک تاریخی مسئلہ ہے۔" (ایضاً ص ۴)

الجواب۔

یزید کی بحث کے سنیت اور دین میں سے نہ ہونے کی دلیل میں مفتی صاحب نے جو دو عبارتیں نقل فرمائی ہیں افسوس ان دونوں کے سیاق و سباق کو حذف کر دیا گیا ورنہ انھیں عبارتوں سے بحثِ یزید کا سنیت میں سے ہونا ثابت ہوجاتا۔

علامہ ابوالیسر بزدویؒ کی یزید سے متعلق عبارت کا فقط آخری حصہ "لم يصح منه (يزيد) تلك الأسباب (أسباب الكفر) ولا حاجة بأحد إلى معرفة حاله، فإن الله تعالى أغنانا عن ذالك" نقل کیا اور تاثر یہ دیا کہ علامہ بزدویؒ یزید کے حالات کی تحقیق و تفتیش کو غیر ضروری قرار دے رہے ہیں؛ ہم بزدویؒ کی مکمل عبارت آپ کی خدمت میں عرض کر دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔" واما يزيد بن معاوية كان ظالماً ولكن هل كان كافراً تكلم الناس فيه، بعضهم كفروه لما حكى عنه من اسباب الكفر وبعضهم لم يكفروه وقالوا، لم يصح منه تلك الاسباب ولا حاجة بأحد الى معرفة حاله

فان اللہ تعالی اغنانا عن ذلک" علامہ بزدویؒ تو صاف فرما رہے ہیں کہ یزید کے ظالم ہونے میں تو کلام کی گنجائش نہیں ؛ البتہ اس کے کفر میں لوگوں نے کلام کیا ہے، بعض کے نزدیک اس سے اسبابِ کفر ثابت ہیں اور بعض کے نزدیک ثابت نہیں ؛ اور اسے کافر ثابت کرنے کے لئے اس کے اسبابِ کفر تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ بتائیے ! علامہ بزدویؒ تو یزید کو بلا ریب فاسق وظالم تسلیم کرنے کے بعد اس کے کفر اور اسبابِ کفر کے متعلق بحث وتمحیص سے منع کر رہے ہیں اور آپ اس عبارت کو فسقِ یزید سے ممانعت کے لئے استعمال فرما رہے ہے۔ فیا للعجب

علامہ بزدویؒ کی اس مکمل عبارت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ اس کا جو مطلب مفتی صاحب بیان فرما رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط؟

علامہ ابن تیمیہؒ کی اس عبارت کا بھی غلط مطلب بیان کیا گیا ہے،: [**وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ إِذْ ذَاكَ يَتَكَلَّمُ فِي يزيد بن معاوية، وَلَا كَانَ الْكَلَامُ فِيهِ مِنَ الدِّينِ**۔

دراصل ابن تیمیہؒ خلفاء راشدین خصوصاً حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے زمانے کے حالات بیان کرتے کرتے اچانک یزید پر آ گئے اور یہ بات ارشاد فرمائی کہ اُس وقت کوئی یزید کی ذات کے بارے میں فسق وفجور کی بات نہیں کرتا تھا اور نہ اس کی ذات کے متعلق کلام کرنا کوئی دینی کام تھا۔ اس لئے اگر سیاق وسباق کی روشنی میں اس عبارت کو سمجھا جائے تو مطلب یہ بنتا ہے کہ حضرت علیؓ کے دور میں یا یزید کی خلافت اور ولی عہدی سے پہلے حضرت معاویہؓ کے زمانے میں کوئی یزید کے فسق وفجور پر گفتگو نہیں کرتا تھا کیونکہ کسی مسلمان کی ذاتی زندگی کو بلا وجہ موضوع بحث بنانا کوئی دینی کام نہیں ہے۔ اس کلام کے فوراً بعد ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: **ثم حدثت بعد ذلک اشياء فصار قوم يظهرون لعنة يزيد بن معاوية۔ الخ** ۔یعنی پہلے تو یزید کی زندگی موضوع بحث نہیں تھی البتہ جب خلافت وحکومت کے بعد یزید سے افعال شنیعہ کا صدور ہوا تو پھر اس کے تعلق سے گفتگو بھی شروع ہوگئی۔ ابن تیمیہؒ کے کلام کے شارح علامہ عبدالعزیز الراجحی نے بھی اس عبارت کا تقریباً یہی مطلب بیان

فرمایا ہے۔دیکھئے۔شرح الوصیۃ الکبریٰ للراجحی ص ۱۳۷

اگرابن تیمیہؒ کی اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مفتی صاحب نے بیان فرمایا ہے تو پھر ابن تیمیہؒ کے کلام میں ہی تضاد پیدا ہوجائے گا اور ہر انصاف پسند قاری کے ذہن میں یہ اشکال لازمی پیدا ہوگا کہ جب ابن تیمیہؒ کے نزدیک یزید کی بحث؛ دین وشریعت سے متعلق نہیں ہے تو پھر آپؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس موضوع پر لمبی چوڑی بحث کیوں کی ہے اور اس موضوع کو"اعتقاد السلف" کے ذیل میں کیوں بیان کیا ہے؟

بڑی عجیب بات ہے کہ ابن تیمیہؒ کی جس عبارت سے استدلال کرتے ہوئے مفتی صاحب؛ بحثِ یزید کو دین وسنیت سے خارج کررہے ہیں؛ ابن تیمیہؒ کے کلام کے شارح عبدالعزیز الراجحی اسی عبارت سے بحثِ یزید کے عقائد اہل سنت میں ہونے پر استدلال کررہے ہیں۔دیکھئے: الوصیۃ الکبریٰ للراجحی ص ۱۴۰

تفسیق یزید معتقدات اہلسنت میں سے ہے۔

تفسیقِ یزید کو محض تاریخی مسئلہ بتانا کتب عقائد و کلام سے ناواقفی کی دلیل ہے، اہلسنت کے یہاں یہ مسئلہ کئی اعتبار سے نظریاتی وکلامی حیثیت کا حامل ہے، فسقِ یزید کا تعلق براہ راست عظمتِ صحابہ ودفاع صحابہ سے ہے، یزید کو فاسق وناہل مانے بغیر حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور صحابۂ مدینہ منورہ کا دفاع نہیں کیا جاسکتا، یزید کو عادل و اہل ماننے کی صورت میں اس کے خلاف خروج کرنے والے صحابہؓ کو لامحالہ خطاکار و باغی ماننا پڑے گا؛ اور ایک غیر صحابی کی وجہ سے متعدد صحابہ کی ذات مجروح ہو، اس سے بہتر ہے کہ اس غیر صحابی کو ہی مجرم مان لیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ بیشمار علماء اہلسنت نے یزید سے متعلق بحث کو عقائد کے باب میں جگہ دی ہے، ہم بطورِ نمونہ چند علماء کے حوالے پیش کردیتے ہیں جنھوں نے فسقِ یزید کی بحث کو

کتبِ عقائد یا ابوابِ عقائد میں ذکر کیا ہے۔

(۱) امام ابوبکر الخلالؒ۔ المتوفی ۳۱۱ھ۔ نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول واعتقادات پر مشتمل اپنی مشہور کتاب "السنۃ" میں امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے یزید کا ظلم وعدوان نقل کیا ہے۔ خیال رہے کہ ابوبکر خلالؒ نے اپنی اس کتاب میں امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال کی روشنی میں اہلسنت کے اصول ومعتقدات بیان کئے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصل میں یہ کتاب خود امام احمدؒ کی تصنیف "کتاب الایمان" ہے۔

(۲) قاضی ابویعلی الفراء الحنبلیؒ۔ المتوفی ۴۵۸ھ۔ نے اپنی عقیدہ کی کتاب "المسائل العقدیہ ص ۹۳ تا ۱۰۸" میں فسقِ یزید پر مفصل ومدلل بحث کی ہے۔

(۳) حافظ قوام السنہ اصبہانیؒ۔ المتوفی ۵۳۵۔ نے عقائد کی اپنی مشہور کتاب "الحجۃ فی بیان المحجۃ و شرح عقیدۃ اھل السنۃ ۲ / ۵۲۲" میں یزید کے احوال پر بحث کی ہے۔

(۴) علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوشیؒ۔ المتوفی ۵۷۵ھ۔ نے عقائد اہلسنت پر مشتمل اپنے مشہور ومعروف منظوم کلام "بدء الامالی" میں یزید کو ذکر کیا ہے۔

(۵) امام محمد بن بکر الرازی الحنفی۔ المتوفی ۶۶۰ھ۔ نے عقائد اہلسنت کی شرح میں فسق یزید پر کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح بدء الامالی للرازی ص ۳۰۹)

(۶) علامہ ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی میں یزید کی بحث "مجمل اعتقاد السلف" اور "مفصل الاعتقاد" عناوین کے تحت ذکر کی ہے۔ دیکھئے۔ فتاوی ابن تیمیہ جلد ۳۔ جلد ۴۔ اسی طرح ایک دوسری کتاب "شرح الوصیۃ الکبریٰ للراجحی ۱۴۰" میں "عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ فی یزید بن معاویۃ" عنوان کے ذیل میں یزید کا تذکرہ کیا ہے۔

7۔ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ۔ المتوفی۔ نے عقائد اہلسنت کی شرح میں فسق یزید پر بھی گفتگو فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ شرح المقاصد ۵ / ۳۱۱۔ و شرح العقائد ص ۱۶۲۔ ۱۶۳

(۸) امام ابن حجر ہیتمی مکیؒ ۔ المتوفی ۹۷۴ھ۔ نے اپنی کتاب " الصواعق المحرقہ ص ۵۶۹ " میں " خاتمة فی بیان اعتقاد اهل السنة و الجماعة " کے تحت فسق یزید کی بحث ذکر کی ہے۔

(۹) ملا علی قاری حنفیؒ ۔ المتوفی ۱۰۱۴ھ۔ نے عقائد اہل السنۃ کی شرح میں فسق یزید کو بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ شرح الفقہ الاکبر ص ۲۱۴

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۔ المتوفی ۱۰۵۲ھ۔ نے اپنی مشہور عقیدہ کی کتاب " تکمیل الایمان ص ۱۷۸ " میں تفصیل کے ساتھ فسقِ یزید پر بحث کی ہے۔ خیال رہے کہ شیخ دہلویؒ کی یہ کتاب اہلسنت کے عقائد کے عنوان پر ہے؛ جیسا کہ شیخ نے خود کتاب کے شروع میں تحریر فرمایا ہے " فقیر حقیر اضعف عباد اللہ القوی الباری عبدالحق بن سیف الدین الترک الدہلوی البخاری معروض ہے کہ یہ کتاب مسمّٰی بہ تکمیل ایمان وتقویۃ الایقان عقائد اسلام اور مسلکِ اہلسنت و جماعت کے قواعد پر مشتمل ہے " (مقدمہ تکمیل ایمان مترجم ص ۱۷)

(۱۱) الشیخ المحدث علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ ۔ المتوفی ۱۲۳۹ھ۔ نے بھی تفصیل کے ساتھ عقائد کے ذیل میں فسق یزید پر بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو (النبراس ص ۵۴۰)

(۱۲) علامہ عبدالحق حقانیؒ ۔ المتوفی۔ نے اپنی مشہور کتاب " عقائدِ اسلام ص ۲۳۲ و ۲۳۳ " میں فسقِ یزید کو مدلل و مفصل بیان کیا ہے۔

بطورِ نمونہ یہ ایک درجن علماء کے حوالے نقل کئے گئے جنھوں نے عقائد و کلام کے ذیل میں فسق یزید پر بحث کی ہے، اس کے علاوہ ایک درجن سے زیادہ حوالے ناچیز کے پاس مزید محفوظ ہیں۔

کیا ان تمام حوالجات کی موجودگی میں یہ دعوی کرنا درست ہے کہ عقائد، سنیت اور دین سے فسقِ یزید کی بحث کا کوئی تعلق نہیں؟ بلکہ حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ۔ جن کے نام کو بڑے اعتماد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ نے بھی یزید کے معاملے کو صریح انداز میں

عقیدہ قرار دیا ہے، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"یزید کے بارے میں یہ عقیدہ کافی ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ غلط تھا، لیکن اس پر لعنت بھیجنا اہل سنت کا عقیدہ نہیں" (فتاوی عثمانی ۱/ ۳۰۸)

لیجئے! ہماری نہیں تو حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ ہی کی مان لیجئے۔

ان مذکورہ علماء کے علاوہ اگر متأخرین فقہاء و اصحابِ فتاویٰ کو دیکھا جائے تو بھی بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ فسق یزید کی بحث کا تعلق عقائد اور کلام سے ہے، کیونکہ متعدد کتب فتاویٰ میں "باب العقائد والکلام" کے تحت ہی فسق یزید کی بحث ذکر کی گئی ہے۔

بطور نمونہ ان کتبِ فتاویٰ کے نام ملاحظہ فرمائیں جن میں "ابواب العقائد" میں فسق یزید کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) فتاوی عزیزی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

(۲) مجموعہ فتاوی عبدالحی ۔ علامہ عبدالحی فرنگی محلیؒ

(۳) فتاویٰ رشیدیہ۔قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۴) فتاوی دارالعلوم دیوبند۔مرتب مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ

(۵) عزیز الفتاویٰ۔مفتی اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمان عثمانیؒ

(۶) کفایت المفتی۔مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ

(۷) امداد الفتاویٰ۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۸) فتاویٰ محمودیہ۔حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

(۹) فتاوی بینات۔مفتی یوسف لدھیانوی شہیدؒ

(۱۰) آپ کے مسائل اوران کا حل۔حضرت مفتی یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تلک عشرۃ کاملۃ

بتایئے! اگر فسقِ یزید کی بحث کا دین، عقائد اور سنیت سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ اکابر مفتیانِ کرام اس بحث کو عقائد کے باب میں کیوں شامل کررہے ہیں؟ اور کیوں دارالافتاؤں میں اس عنوان پر لمبے چوڑے فتاوی لکھے جارہے ہیں؟ اور کیوں فقہ وفتاویٰ کی تقریباً تمام کتب میں اس عنوان پر تفصیلات درج ہیں؟

کیا متون میں تمام عقائد آ گئے؟

دراصل ہمارے بعض کرم فرماؤں کو یہ دھوکہ لگا ہے کہ ہر عقیدہ قطعی ویقینی ہوتا ہے اور تمام عقائد؛ متون (الفقہ الاکبر، عقیدۃ الطحاوی، عقائد نسفی۔ وغیرہ) میں لکھے ہوئے ہیں، جبکہ اگر اس معیار پر عقائد کو جانچا جائے تو علماء دیوبند کے عقائد کی متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" تقریباً پوری باطل ٹھہرے گی۔ کیونکہ المہند میں جن باتوں کو اتفاقی طور پر عقائد میں شمار کیا گیا ہے ان میں اکثر وہ ہیں جن کا نہ متون میں کوئی وجود ہے اور نہ ان کے ثبوت میں دلائل قطعیہ موجود ہیں۔

یاد رکھیں! جو عقائد قطعیات سے ثابت ہیں وہ ضروریات دین کہلاتے ہیں اور ان کا منکر کافر ہوتا ہے، اور اہلسنت کے یہاں جو عقائد ظنیات سے ثابت ہوں وہ ضروریات اہلسنت کہلاتے ہیں اور ان کا منکر اہلسنت سے خارج ہوتا ہے۔ مثلاً۔ درج ذیل امور کو ہمارے یہاں بالاتفاق عقائد میں شمار کیا گیا ہے۔

حیات الانبیاء فی القبور (المہند ص ۱۳)

دعاؤں میں زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ لینا (ایضاً)

قبرِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا افضل ترین عبادت ہے (المہند ص ۱۱)

جسدِ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقی ومتصل قطعۂ ارضی؛ تمام روئے زمین حتی کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے (ایضاً)

بزرگوں کے سینوں اور ان کی ارواح وقبور سے فیوض حاصل کرنا صحیح ہے۔ (ایضاً)

ان امور کو ہمارے یہاں بالاتفاق عقائد علماء دیوبند میں شمار کیا گیا ہے اور ان میں سے پہلے نمبر (عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جب کچھ لوگوں نے انکار کیا تو ان کے خارجِ اہلسنت ہونے کے فتوے بھی جاری ہوئے؛ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ مذکورہ عقائد: الفقہ الاکبر، عقیدۃ الطحاوی، عقائد نسفی۔ وغیرہ متون میں کہاں ہیں اور ان کے دلائل قطعی ہیں یا ظنی؟

جتنے اور جیسے دلائل ان مذکورہ امور کے عقائد میں شامل ہونے کے دیئے جاسکتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دلائل فسقِ یزید کے عقائد میں ہونے کے پیش کر دیئے گئے ہیں اور مزید دلائل محفوظ ہیں۔ اس لئے یہ دعویٰ خود بخود باطل ہو جاتا ہے کہ "فسق یزید کی بحث محض تاریخی ہے، عقائد اور سنیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں"

فسقِ یزید: اہلسنت کے یہاں متفق علیہ ہے

فسقِ یزید کے متفق علیہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ جب سے تاریخ اور احوالِ رجال کی کتابیں لکھی جانے لگی تبھی سے ہر اُس کتاب میں جس میں یزید کا تذکرہ ہے؛ فسقِ یزید بھی بیان کیا جاتا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ تقریباً تیرہ صدیوں سے مسلسل اور صدی وار علماء اہلسنت یزید کے ظلم وفسق کو بیان کرتے آئے ہیں، ان علماء میں محدثین، فقہاء، مؤرخین، مفسرین وغیرہ تمام طبقات کے علماء ہیں اور تمام موضوعات کی کتب میں فسقِ یزید کی بحث موجود ہے۔ نیز چاروں مذہب کے علماء نے بالاتفاق فسق کو بیان کیا ہے۔ ناچیز نے جن ۵۶ محدثین اور ۲۰ سے زائد مؤرخین کے حوالے پیش کئے ان میں ہر طبقے (محدثین، مؤرخین، فقہاء، مفسرین) ہر زمانے (دوسری صدی سے لیکر پندرھویں صدی تک کے) اور ہر مذہب (احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ) کے علماء شامل ہیں۔ ناچیز کے پاس چاروں مذاہب کے فقہاء واصحاب فتاویٰ کے بیس سے زائد حوالے مزید محفوظ ہیں، جو ان شاء ناچیز کی آنے والی کتاب میں تفصیل کے ساتھ نقل کئے جائیں گے۔

ہر طبقے، ہر زمانے اور ہر مذہب کے سینکڑوں سے متجاوز علماء کے فسق یزید کو قرناً بعد قرنٍ

مسلسل نقل کرنے کے بعد خود بخود اتفاق ثابت ہوجاتا ہے؛ بالخصوص جبکہ مخالفت میں ایک بھی معتمد رائے موجود نہ ہو (جن حوالوں سے مفتی صاحب نے اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی تھی ان کی حقیقت ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کردی ہے) اس لئے اب ضرورت تو نہیں کہ فسق یزید پر اتفاق و اجماع والی عبارات پیش کی جائیں لیکن اتمامِ حجت کے لئے ہم بطورِ نمونہ چند عبارات پیش کردیتے ہیں۔

(۱) علامہ ابوالیسر بزدوی الحنفیؒ۔ المتوفی ۴۹۳ھ۔ فرماتے ہیں: واما یزید بن معاویة کان ظالماً و لکن هل کان کافراً تکلم الناس فیه الخ۔ (اصول الدین ص ۹۸) علامہ کے نزدیک یزید کے کفر میں تو کلام ہے لیکن ظالم ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

(۲) امام ابوالحسن الکیا ہراسی الشافعیؒ۔ المتوفی ۵۰۴ھ۔ فرماتے ہیں: واما قول السلف ففیه لاحمد قولان تلویح و تصریح، و لمالک قولان تلویح و تصریح، و لابی حنیفة قولان تلویح و تصریح، و لنا قول واحد التصریح دون التلویح۔ الخ (وفیات الاعیان ۳/ ۲۸۷) امام کیا ہراسیؒ نے چاروں اماموں کے حوالے سے یزید کا فسق اور لعنت کا جواز و عدم جواز بیان کیا ہے، ائمہ اربعہ کا کسی بات پر متفق ہوجانا شاید اجماع و اتفاق ہی کہلاتا ہے۔

(۳) علامہ ابن جوزی الحنبلیؒ۔ المتوفی ۵۹۷ھ۔ فرماتے ہیں: و اعلم انه ما رضی ببیعة یزید احد فیمن یعول علیه حتی العوام انکروا ذلک غیر انهم سکتوا خوفاً علی انفسهم و العلماء یحکمون بصحة الامامةاذا وقعت قهراً لموضع الضرورة .... و ما رضی ببیعة یزید لا عالم و لا جاهل۔ (الرد علی المتعصب العنید ص ۷۸، ۸۰) علامہ ابن جوزیؒ کے بقول عالم تو چھوڑیں کوئی جاہل بھی یزید کی بیعت سے خوش نہیں تھا، جن لوگوں نے یزید کی بیعت کی یا جو چپ تھے انھوں نے جان کے خوف سے ایسا کیا۔

(۴) علامہ عبدالرحمان ابن خلدون مالکیؒ ۔ المتوفی ۸۰۸ھ۔ فرماتے ہیں: واما الحسین فانه لما ظهر فسق یزید عند الکافة من اهل عصره بعثت شیعة اهل البیت بالکوفة ان یأتیهم فیقوموا بامره فرأی الحسین ان الخروج علی یزید متعین من اجل فسقه لا سیما من له القدرة علی ذلک الخ۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۶۹) ابن خلدونؒ کے نزدیک تو صحابہ کے زمانے میں ہی یزید کے فسق پر اتفاق ہو گیا تھا۔

(۵) علامہ ابن حجر مکیؒ الشافعی۔ المتوفی ۹۷۴ھ۔ فرماتے ہیں: و بعد اتفاقهم علی فسقه اختلفوا فی جواز لعنه الخ (الصواعق المحرقۃ ص ۵۹۶) فسق میں اتفاق ہے البتہ لعنت کے جواز میں اختلاف ہے

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفیؒ۔ المتوفی ۱۱۷۶ھ۔ فرماتے ہیں: و من القرون الفاضلة اتفاقاً من هو منافق او فاسق و منها الحجاج و یزید بن معاویة و مختار الخ (حجۃ اللہ البالغۃ ۲ / ۲۱۵) خیر القرون میں سے جن لوگوں کے منافق یا فاسق ہونے پر اتفاق ہے ان میں یزید بھی ہے۔

(۷) امام محمد بن علی الصبان الشافعیؒ۔ المتوفی ۱۲۰۶ھ۔ فرماتے ہیں: و اما فسقه فقد اجمعوا علیه۔ الخ (اسعاف الراغبین ص ۷۵) فسق یزید پر اجماع ہے۔

(۸) حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ۔ المتوفی ۱۲۹۷ھ۔ فرماتے ہیں: سو یزید بالاتفاق؛ وقتِ اعلانِ فسق و فجور مستحق اس کا نہ تھا بلکہ غاصب تھا۔ (فیوض قاسمیہ ص ۱۰ بحوالہ حاشیہ شہادت حسین و کردار یزید ص ۵)

(۹) مفتی عزیز الرحمان عثمانیؒ۔ المتوفی ۱۹۲۸ء۔ فرماتے ہیں: یزید پر لعنت بھیجنے اور نہ بھیجنے کے جواز میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ لعنت کرنا یزید کو درست نہیں ہے، اور کافر ہونا یزید کا ثابت نہیں ہوا، البتہ فاسق تھا۔ (فتاوی دارالعلوم ۱۸ / ۴۵۱) مفتی صاحب نے لعنت میں تو اختلاف کا ذکر کر دیا لیکن فسق میں کسی اختلاف کا ذکر نہ کر کے یقینی انداز میں

فرمایا: البتہ فاسق تھا۔

(۱۰) علامہ انور شاہ کشمیریؒ۔ المتوفی ۱۹۳۴ء۔ فرماتے ہیں: یزید فاسق بلاریب۔ (العرف الشذی ۲ / ۲۱۳)

(۱۱) علامہ یوسف بنوریؒ۔ المتوفی ۱۹۷۷ء۔ فرماتے ہیں: و یزید لاریب فی کونه فاسقاً۔ (معارف السنن ۶ / ۸) ان دونوں بزرگوں کی عبارات سے معلوم ہوا کہ یزید کے فسق میں اختلاف تو چھوڑیئے شک کی بھی گنجائش نہیں۔

(۱۲) علامہ عبدالحق حقانیؒ۔ المتوفی ۱۳۳۵ھ۔ فرماتے ہیں: اس کمبخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے لیکن علماء کا اس کے لعنت کہنے میں اختلاف ہے۔ الخ (عقائد اسلام حقانی ص ۲۳۳)

(۱۳) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ۔ المتوفی ۱۹۸۳ء۔ فرماتے ہیں: اختلاف اگر ہے تو یزید کی تکفیر میں ہے تفسیق میں نہیں۔۔۔ یزید کا یہی وہ ذاتی اجتماعی اور مسلمۂ کل فسق ہے۔۔۔۔۔۔ اس عبارت سے یزید کا فسق متفق علیہ ہو جاتا ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۰۹، ۱۱۰)

(۱۴) مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں: ہمارے تمام قابل اعتماد اور لائق استناد مجتہدین اور ائمہ سب متفق ہیں یزید کے فعل کی شناعت اور یزید کے فسق پر۔ (مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور ان کی تحریک مدح صحابہ ص ۱۳۱)

(۱۵) محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں: اہلِ سنت کے یہاں فسقِ یزید متفق علیہ ہے۔ (یزید کی شخصیت ص ۲۰۲)

(۱۶) حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں: یزید کے فسق پر تو اہل سنت کا قریب قریب اجماع ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱ / ۱۷۲)

(۱۷) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں: فسق یزید اہل سنت

والجماعت کے مسلک میں متفق علیہ ہے۔(خارجی فتنہ ص ۲۲)

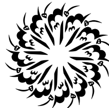
(۱۸) مؤرخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر حسین مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: جہاں تک یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے صحابہ کرام کے نفرت کرنے کا تعلق ہے اس میں سب صحابہ متفق تھے، اس میں اختلاف نہیں تھا، البتہ اس کے خلاف خروج کرنے میں ان کا اجتہادی اختلاف تھا(سیدنا علیؓ و حسینؓ ص ۱۳۵)

(۱۹) مناظر اسلام محقق العصر حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے افعال فسق کا صدور مانتے ہیں اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال فسق کا صدور مانتے ہیں گویا اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔(تجلیات صفدر ۱/ ۵۱۹)

(۲۰) مؤرخ اسلام حضرت مولانا اسماعیل ریحان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: علمائے امت یزید کے فسق پر متفق چلے آرہے ہیں۔(تاریخ امت مسلمہ ۲/ ۵۳۷) اس کتاب کو حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی بھرپور تائید حاصل ہے۔کمامر

فسق یزید کے متفق علیہ ہونے پر ناچیز نے بیس اکابر و محقق علماء کے حوالے پیش کئے ہیں، آخر الذکر کو چھوڑ کر سبھی وفات پا چکے ہیں، اگر کوشش کی جائے تو تقریباً اتنے ہی حوالے اور بھی مل جائیں گے۔

کسی مسئلے کو اتفاقی ثابت کرنے کے لئے کم از کم کتنے علماء کے حوالے چاہئیں اور اتفاق ثابت ہوگا یا اجماع؛ یہ تو مفتی شکیل صاحب ہی بتا پائیں گے؛ البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس سے آدھے حوالے ہونے کے باوجود بھی ہمارے یہاں بہت سارے مسئلے اتفاقی و اجماعی سمجھے جاتے ہیں۔



دارالعلوم دیوبند کا حالیہ فتویٰ

مفتی صاحب فرماتے ہیں: ” دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی طرف سے صادر فتاوی پورے ادارے کی ترجمانی کرتے ہیں، فتوی تحریر کرنے والے مفتی کی شخصی اور نجی حیثیت ملحوظ نہیں ہوتی ، ہر صادر فتوی باضابطہ ادارے کا فتوی سمجھا جاتا ہے، جس سے ادارے کے موقف کی ترجمانی وعکاسی ہوتی ہے، ادارے کی طرف سے تصدیق وتائید شدہ شائع فتوی کسی خاص مفتی کی رائے قرار نہیں دیا جاسکتا“ (محاکمہ ص ۲۴)

الجواب۔

2014 کے بعد دارالعلوم کے دارالافتاء سے حمایتِ یزید کا فتوی جاری ہوا، اگر یہ فتوی پورے ادارے کا ترجمان ہے اور ادارے کے موقف کی عکاسی کررہا ہے تو قیامِ دارالعلوم سے لیکر 2014 سے پہلے تک تقریباً ڈیڑھ سو سال تک دارالعلوم کی دارالافتاء سے جو فسقِ یزید کے فتوے شائع ہوتے رہے وہ کس کے موقف کی ترجمانی کررہے تھے؟ پہلے کے تمام فتاوی کو نظر انداز کرتے ہوئے حالیہ فتوے کو ادارے کا موقف بتانے کا کیا سیدھا اور صاف مطلب یہ نہیں کہ دارالعلوم نے یزید کے بارے میں ڈیڑھ سو سال تک بغیر تحقیق کے غلط فتوے دیئے اور اب جاکر حقیقتِ حال کا پتہ چلا؟

آخر کیا وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند ہی کی دارالافتاء میں بیٹھ کر مفتی عزیز الرحمان عثمانیؒ، مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ اور مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جیسے اکابر مفتیانِ کرام کے فسق یزید پر لکھے ہوئے درجنوں فتاویٰ۔ جو فتاوی دارالعلوم، عزیز الفتاوی، اور فتاویٰ محمودیہ وغیرہ میں مطبوع ومتداول ہیں۔ دارالعلوم کے موقف کی ترجمانی وعکاسی نہیں کرتے اور صرف حالیہ متنازعہ فتوی ہی دارالعلوم کا ترجمان ہے؟

عجیب بات ہے جن کے نزدیک بانیانِ دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ وگنگوہیؒ اور

سرپرستانِ دارالعلوم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وحضرت حکیم الامت تھانویؒ سے لیکر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور ترجمانِ دیوبندیت حضرت حکیم الاسلام قاری طیبؒ کی فسقِ یزید پر صاف وصریح تصریحات دارالعلوم کا موقف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ؛ ان کے نزدیک حالیہ فتوی ادارے کا موقف بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، جو حضرات فسقِ یزید پر اکابرینِ دیوبند کے اجتماعی موقف کو غلط، بے دلیل، غیرمحققانہ، غیرمحتاط بلکہ شیعیت زدہ تک کہنے سے گریز نہیں کرتے وہ ہم سے حالیہ متنازعہ فتوے کے احترام کا مطالبہ کررہے ہیں، جو حضرات فسقِ یزید پر دارالعلوم کے درجنوں مطبوعہ فتاویٰ کو خاطر میں نہیں لاتے اور حقارت کے ساتھ نظرانداز کردیتے ہیں وہ ہمارے سامنے حالیہ فتوے کو نصِ قطعی کی طرح پیش کررہے ہیں۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

